ماہنامہ

دخترانِ اسلام

لاہور

ستمبر 2016ء

پاکستان عوامی تحریک کے ملک بھر میں
تحریکِ قصاص اور سالمیتِ پاکستان کیلئے

مارچ اور دھرنے

شہداء ماڈل ٹاؤن کے قصاص کیلئے مختلف شہروں میں ''مارچ ودھرنے'' (6 اگست 2016ء)

پاکستان عوامی تحریک کے زیراہتمام ''قومی مشاورتی اجلاس''

منہاج جینز پارلیمنٹ کے اجلاس سے شیخ الاسلام کا خصوصی خطاب

یوم آزادی کے موقع پر پرچم کشائی کے بعد ملکی سلامتی کیلئے خصوصی دعا

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ **دخترانِ اسلام** لاہور

جلد: 23 شمارہ: 9 ذوالحجہ ۱۴۳۷ھ / ستمبر 2016ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

مجلس مشاورت
صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی
خرم نواز گنڈاپور
احمد نواز انجم
جی ایم ملک
منظور حسین قادری
سرفراز احمد خان
غلام مرتضیٰ علوی
نوراللہ صدیقی
فرح ناز

ایڈیٹوریل بورڈ
رافعہ علی
عائشہ شبیر
سعدیہ نصراللہ
راضیہ نوید

مینجنگ ایڈیٹر
صاحبزادہ محمد حسین آزاد

اسسٹنٹ ایڈیٹرز
نازیہ عبدالستار
ملکہ صبا

ناشر
علامہ محمد معراج الاسلام

کمپیوٹر آپریٹر
محمد اشفاق انجم

ٹائیٹل ڈیزائنر
عبدالسلام

فوٹوگرافی
محمود الاسلام قاضی

کتابت
محمد اکرم قادری

فہرس

اداریہ۔۔(تحریک قصاص واحتساب اور سالمیت پاکستان)		5
غیبت اور چغلی سے اجتناب	علامہ محمد حسین آزاد	7
(شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خواتین کے شہراعتکاف سے تربیتی خطاب		
قربانی کا حقیقی مقصد اور حکمت	طیبہ کوثر	10
عیدالاضحیٰ۔۔قربانی وتقویٰ کا پیغام	محمد احمد طاہر	14
قائداعظمؒ کا تصورِ پاکستان	خواجہ رضی حیدر	20
تحمل وبرداشت کے رویے۔اسوۂ رسولﷺ کی روشنی میں	ڈاکٹر ابوالحسن الازہری	30
جہیز کی شرعی حیثیت	رابعہ نسرین	38
صوفیانہ ملفوظاتی ادب اور طبقۂ نسواں	فہمیدہ نسرین	42
الفیوضات المحمدیہؐ		47
گلدستہ	ملکہ صبا	48
پاکستان عوامی تحریک اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں		50

ترسیلِ زر کا پتہ منی آرڈر/چیک/ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

بدلِ اشتراک آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: **15** ڈالر مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: **12** ڈالر

قیمت فی شمارہ -/35 روپے

سالانہ خریداری -/350 روپے

رابطہ ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-5168184

Visit us on: www.minhajsisters.com E-mail:sisters@minhaj.org

﴿فرمان الٰہی﴾

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ. لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْکُرُوا اسْمَ اللهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَارَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَکُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ. (الحج، ۲۲:۲۷،۲۸)

’’اور تم لوگوں میں حج کا بلند آواز سے اعلان کرو وہ تمہارے پاس پیدل اور تمام دبلے اونٹوں پر (سوار) حاضر ہو جائیں گے جو دور دراز کے راستوں سے آتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے فوائد (بھی) پائیں اور (قربانی کے) مقررہ دنوں کے اندر اللہ نے جو مویشی چوپائے ان کو بخشے ہیں ان پر (ذبح کے وقت) اللہ کے نام کا ذکر بھی کریں، پس تم اس میں سے خود (بھی) کھاؤ اور خستہ حال محتاج کو (بھی) کھلاؤ‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

﴿فرمان نبوی ﷺ﴾

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّدَقَةِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُوْلَ اللهِ عِنْدِي دِيْنَارٌ. قَالَ: فَقَالَ: تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى نَفْسِکَ. قَالَ: عِنْدِي آخَرُ قَالَ: تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى وَلَدِکَ: قَالَ: عِنْدِي آخَرُ. قَالَ: تَصَدَّقْ بِهِ عَلَى زَوْجَتِکَ أَوْ زَوْجِکَ. قَالَ: عِنْدِي آخَرُ قَالَ. أَنْتَ أَبْصَرُ. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ.

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا تو ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اپنے اوپر خرچ کر لو۔ اس نے عرض کیا: میرے پاس اور بھی ہے۔ فرمایا: اسے اپنی اولاد پر خرچ کر لو، عرض کیا: میرے پاس اور بھی ہے۔ فرمایا: اسے اپنی بیوی پر خرچ کر لو۔ عرض کیا: میرے پاس اور بھی ہے فرمایا: جس کے لیے تم مناسب سمجھو (اس پر خرچ کرو)۔‘‘

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص۲۵۴)

حمد باری تعالیٰ

ابتداء ہر شے کی تیرا نام ہے
انتہاء ہر شے کی تیرا کام ہے

روز اول سے اشارے پر ترے
منحصر یہ گردش ایام کردے

تیرا قرآں بر زباں مصطفیٰ
یہ بنائے مذہب اسلام ہے

تیری خلاقی کی حکمت کی دلیل
طلعتِ صبح سوادِ شام ہے

خدمت مخلوق کی توفیق دے
یہ بھی تیری بندگی کا کام ہے

تجھ پہ تکیہ کرکے کوئی دیکھ لے
زندگی آرام ہی آرام ہے

تو خبر لے افسر ناچیز کی
مرحلہ اس کے لئے ہر گام ہے

(افسرؔ ماہ پوری)

نعت رسول مقبول ﷺ

یارسول اللہ ﷺ کیا مرے دل میں اتر گئی
بزم تخیلات کو پر نور کر گئی

ہر سو تھیں جلوہ ریزیاں اوج کمال پر
سرکار کی نگاہ عنایت جدھر گئی

سردِ ازل شفیع امم جس طرف گئے
رحمت بہ انتظار شفاعت ادھر گئی

ہے محتسب بھی پیش حضور اضطراب میں
فرد گناہ اس کی نہ جانے کدھر گئی

یاران تیز گام کو جنت کی ہے تلاش
پاکر در حبیب یہ حسرت بھی مرگئی

اہلِ جمال رشک کناں ہیں بلال پر
حسن نگاہ یار سے قسمت سنور گئی

ہوگا کرم ضرور کسی روز قطبؔ پر
اس آرزو میں عمرِ دو روزہ گزر گئی

(خواجہ غلام قطب الدین فریدی)

خواب

فرمودات علامہ اقبالؒ

اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصودِ تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے

(کلیات اقبال: بال جبریل، ص284)

تعبیر

ارشاداتِ قائداعظمؒ

دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہوسکتا جس کی انتظامیہ غلطیوں سے پاک ہو۔ لیکن ہماری خواہش اور تمنا یہ ہے کہ ہماری انتظامیہ کم سے کم ناقص ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسے زیادہ مستعد، مفید اور آسان بنائیں۔

(جلسہ عام ڈھاکہ، 21 مارچ 1948ء)

اخلاص اس کیفیت کا نام ہے جس میں بندہ جو کرتا ہے اللہ کی محبت، رضا، قرب جوئی، دیدار اور حکم کی تعمیل کے لئے کرتا ہے۔ اس کے سوا کوئی شے اس کی نیت و خیال میں داخل نہیں ہوتی۔ یہ اخلاص تھوڑے عمل کے پیچھے بھی ہو تو اسے بھی بڑا اور طاقتور بنادیتا ہے۔ مقدار اگر چھوٹی تھی لیکن اگر اس کی کوالٹی اعلیٰ تھی تو اس کی طاقت کروڑوں اعمال سے بڑھ جاتی ہے۔ اس لئے اگر ایک طرف اخلاص میں کمزور دس لاکھ آدمی اللہ سے مانگ رہے ہوں اور دوسری طرف ایک ایسا اللہ کا بندہ جو اخلاص کی نعمت سے مالا مال ہے، اللہ سے دعا کررہا ہو تو فرق نمایاں ہوگا۔ فرق یہ ہے کہ اللہ سے تعلق میں اس ایک بندے کا اخلاص عرشی ہے جبکہ ہمارے جیسے لوگ اعمال کا انبار لئے پھریں، ان کا اخلاص فرشی ہے۔ جتنا اخلاص قوی ہوگا اتنا دلوں کا تقویٰ قوی ہوگا، وہ اتنا جلد اللہ کو پہنچے گا اور جب اللہ کو جلد پہنچے گا تو اللہ کا جواب بھی اتنا ہی جلد آئے گا۔ (خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی، ماہنامہ منہاج القرآن، ستمبر 2015ء)

تکمیل

افکارِ شیخ الاسلام مدظلہ

تحریک قصاص اور سالمیت پاکستان

پاکستان عوامی تحریک نے شہدائے ماڈل ٹاؤن کے خون کا قصاص لینے اور پانامہ لیکس کے کرپٹ کرداروں کو کیفرکردار تک پہنچانے کے لئے تحریک قصاص اور تحریک سالمیت پاکستان کا باضابطہ اعلان اور آغاز کر دیا ہے۔ لہذا اب قوم کو فیصلہ کرنا ہوگا انہیں ریاست پاکستان چاہیے یا سلطنت آل شریف۔ بیوروکریسی پرائیوٹائز ہو چکی ہے، نیب، ایف بی آر، پولیس اور دیگر ادارے آل شریف کی ذاتی ملکیت اور جاگیر بن چکے ہیں۔ اس نظام میں آئین و قانون کا چیک اینڈ بیلنس ختم ہوگیا ہے، انصاف نام کی کوئی چیز نہیں بچی۔ حکمران کاروبار کیلئے اقتدار میں ہیں، یہ ملک کے وفادار ہیں اور نہ انہیں ملکی سلامتی سے کوئی غرض ہے۔ شریف برادران کے جابرانہ اور ظالمانہ اقتدار نے ہٹلر دور کی یادوں کو تازہ کر دیا ہے، یہ اپنے شخصی اقتدار کو مضبوط کرنے کیلئے آئین اور قوانین میں ترامیم لاتے ہیں اور اب سانحہ ماڈل ٹاؤن کے کیس سے اپنے آپ کو الگ کرنے کے لئے استغاثہ کے قانون میں بھی ترمیم کی جا رہی ہے۔

تحریک قصاص کے اعلان کے بعد وزیراعظم نے ترقیاتی فنڈز کے نام پر ایم این اے، ایم پی ایز پر قومی خزانے سے سیاسی رشوت کے دروازے کھول دیئے اور ٹاک شوز میں ان کے خاندانی دفاع کرنے والے چھوٹی سطح کے عہدیداروں کو زیادہ سے زیادہ دفاع کرنے پر انعامات کے لالچ دیئے جا رہے ہیں۔ مگر وہ اس بات کو بھول گئے ہیں کہ اب سانحہ ماڈل ٹاؤن کا قصاص صرف عوامی تحریک کا مطالبہ نہیں رہا، اب اس مطالبہ میں تمام اپوزیشن جماعتیں اور عوامی حلقے بھی شامل ہو چکے ہیں۔ قائد پاکستان عوامی تحریک ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی صرف ایک کال پر 105 شہروں میں بیک وقت عوام کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر نے شرکت کی۔ قائد تحریک نے ویڈیو لنک کے ذریعے خصوصی خطاب کرتے ہوئے کہا میں ملک بھر میں ہونے والے دھرنوں میں خود شریک نہیں ہوا تو حکومت وقت لرزہ براندام ہے اور جب میں خود نکلوں گا تو ان کی روحیں ان کے جسموں سے نکل جائیں گی۔ یہ احتجاج کی ابتداء ہے۔ اب یہ قافلہ رکنے والا نہیں۔ اب سلطنت شریفیہ کا سورج غورج ہونے والا ہے اور اگر حکومت نے تشدد کا راستہ اختیار کیا تو وہ احتجاجی قافلوں کی قیادت خود کریں گے۔

انہوں نے آرمی چیف جنرل راحیل شریف کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ وزیرستان میں کامیاب آپریشن کے بعد پنجاب جو دہشت گردی کا مرکز ہے جس نے وزیرستان میں دہشت گردی کو جنم دیا ہے یہاں بھی فوجی آپریشن کی اشد ضرورت ہے اور اگر یہ آپریشن نہ ہوسکا تو وزیرستان کے اثرات بے فائدہ ہوجائیں گے اور دوبارہ دہشت گردی جنم لے سکتی ہے کیونکہ دہشت گردوں کے ماسٹر مائنڈ پنجاب میں ہیں جن کا قلع قمع کرنا

ضروری ہے۔ آل شریف لوٹ مار کی دولت اور دہشتگردوں کی طاقت سے سلطنت شریفیہ قائم کرنا چاہتی ہے، مگر انکا یہ خواب پورا نہیں ہوگا انکے تمام منصوبے ناکام ہونگے۔ قائداعظم کے پاکستان کو دہشت گردی، کرپشن اور نا انصافی سے پاک کر کے دم لیں گے۔ تحریک قصاص و احتساب پاکستان کی سالمیت کی تحریک ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایکشن پلان پر عمل نہ ہونے کے بارے پاک فوج کی تشویش کا جواب وزیراعظم نے شورکوٹ میں موٹر وے کا افتتاح کر کے دیا اور واضح کر دیا کہ پاکستان کی سلامتی یا بقا نہیں حکمرانوں کی دلچسپی سڑکوں اور پلوں میں ہے۔ اپوزیشن کی احتجاجی تحریکیں الگ الگ سہی بالآخر یہ فیصل آباد کا گھنٹہ گھر بنیں گی۔ ہم تمام سیاسی قوتوں سے کہتے ہیں کہ وہ کرپٹ، ظالم، بدعنوان اور نا اہل حکومت اور لوٹ کھسوٹ پر مبنی نظام سے 19 کروڑ عوام کی جان چھڑوا کر اپنے سیاسی گناہوں کا کفارہ ادا کریں۔

یہ بات مبنی برحقیقت اور روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جھوٹ، دھوکے، ناانصافی اور بے رحمی کے باعث ہماری زندگیوں سے برکت اور سکون قلب ختم ہو گیا، کمزوروں کو انصاف سے محروم رکھنے اور یتیموں کا مال کھانے والے سود خور معاشرے پر اللہ کی رحمت کا نزول نہیں ہوتا۔ جس معاشرے میں حلال حرام کی تمیز ختم ہوجائے، کمزور طبقات بنیادی حقوق سے محروم کر دیئے جائیں، بے یقینی، مایوسی اور آفات کا خوف اس معاشرے کا مقدر بن کر رہ جاتا ہے۔ لہٰذا اگر ہم اللہ کی نعمتوں، برکتوں کے حقدار بننا چاہتے ہیں تو پھر اپنے اطراف میں ہونیوالے مظالم پر خاموش رہنا بند کر دیں، ظالم کا ظلم روکنے کیلئے اپنا دینی و ملی فریضہ ادا کریں، ایمان دار لوگوں کی خاموشی اور لاتعلقی کی وجہ سے ظلم بڑھ رہا ہے، ظلم پر مبنی معاشرے میں کوئی ایماندار بھی چین کی نیند نہیں سوسکتا۔ ہر روز دھماکے ہوتے ہیں، ہمارے گھروں سے ہمارے بچے اور بچیاں اٹھائی جارہی ہیں، انہیں ذبح کیا جارہا ہے، انصاف کے اداروں میں شرفاء کی پگڑیاں اچھالی جا رہی ہیں، سرکاری خزانے کو بے دردی سے لوٹا جارہا ہے اور ہم خاموشی سے تباہی و بربادی کا یہ منظر دیکھ رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا مسئلہ اور دکھ نہیں ہے جبکہ اس ساری تباہی کے مضمرات ہم بھگت رہے ہیں اوراس ملک کا عام شہری بھگت رہا ہے۔ لہٰذا اسلامیان پاکستان اپنی ملی، سیاسی اور سماجی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور انہیں ادا کریں۔ قیامت کے دن ملک وقوم کی اس اجتماعی بربادی پر خاموشی اختیار کرنے والوں سے باز پرس ہوگی۔

؎ قتیل اس سا منافق نہیں کوئی جو ظلم تو سہتا ہے بغاوت نہیں کرتا

غیبت اور چغلی سے اجتناب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خواتین کے شہر اعتکاف سے تربیتی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد حسین آزاد / معاونت: ملکہ صبا

منہاج کالج برائے خواتین میں خواتین کے شہر اعتکاف سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے خصوصی تربیتی خطاب فرمایا جس کی نہایت اہمیت کے پیش نظر افادۂ عام کے لئے ایڈٹ کرنے کے بعد نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (منجانب: ادارہ دختران اسلام)

بحمدللہ تعالیٰ آج خواتین کے لئے بطور خاص تربیت کے حوالے سے ایک نکتہ بتانا چاہتا ہوں۔ وہ ایک بشری خرابی ہے جس میں چغلی، غیبت، دوسروں پر تبصرہ کرنا، رائے دینا، شکوہ شکایت کرنا شامل ہے۔ یہ خرابی مردوں کے مقابلے میں عورتوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔

میں نے ایسی خواتین بھی اپنی ابتدائی زندگی میں دیکھی ہیں کہ وہ تقریباً سارا دن عبادت کرتی تھیں۔ نماز اشراق، نماز اوابین اور نوافل بھی کثرت سے پڑھتی تھیں، تسبیحات کرتی تھیں، قرآن مجید کے کئی پارے روز تلاوت کرتیں، درود پاک پڑھتیں۔ اگر ان کی عبادت کا حساب لگایا جائے تو ایسی خواتین یقیناً ولی اللہ بنائی جاتیں مگر میں ساتھ یہ بھی دیکھتا تھا کہ جب ساری عبادات و تلاوت اور ذکرو اذکار سے فارغ ہوتیں اور آپس میں بیٹھ جاتیں تو پھر بس کسی دوسری عورت کا ذکر کرکے اس کی غیبت شروع کردیتیں۔ جیسے عبادت کی کوئی حد نہیں ہوتی تھی ایسے ہی جب فارغ ہوکر بیٹھ کر غیبت کرنا شروع کرتیں تو اس کا بھی کوئی حساب نہیں ہوتا تھا۔

لہٰذا نیک اعمال کو ترک کرنا ایسے ہی ہے جیسے تختی پر لکھتے رہے اور آخر میں پانی کے ساتھ سب صاف کردیا۔ اسی طرح غیبت کرکے تمام اعمال کو ضائع کردیا جاتا۔ (میں جب بالکل نوجوان تھا تب بھی یہی بات دل میں سوچتا تھا کہ کاش یہ خواتین جن کی میں بات کررہا ہوں اس غیبت کی عادت کو ترک کردیں تو ولی بن جائیں)

قدوۃ الاولیاء حضرت شیخ سیدنا طاہر علاؤالدین القادریؒ بہت سے لوگوں کا ایسا حال مجھے بتاتے تھے کہ لوگ اللہ کے دین کی اتنی خدمت کرتے ہیں کہ سارا دن روکھی سوکھی پر گزارتے ہیں۔ مسجدوں میں پنجگانہ نمازوں کی امامت کرواتے ہیں۔ قرآن و حدیث کا درس دیتے ہیں، عوام الناس کو راہ ہدایت دیتے ہیں۔ الغرض اتنی

خدمت دین کرتے ہیں ان میں اگر ایک خرابی حسد نہ ہو تو یہ سارے علماء اولیاء بن جائیں مگر سارا کچھ کر کے دوسرے کو برداشت نہیں کرتے۔ خود پسندی، حسد، تکبر یہ ساری نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے۔

لہذا میری بہنیں اور بیٹیاں دھیان سے سنیں جتنے کام آپ کرتی ہیں یہ سارے کام ایسے ہیں کہ ایک ایک کام جنتیوں کی کتاب میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا۔ اگر ہم ان کاموں کو، نیکیوں کو، عبادتوں کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو ایک عمل غیبت اور چغلی سے پرہیز کریں کیونکہ جو غیبت کرتا ہے وہ دوسرے کا ٹھیکیدار بن جاتا ہے اور دوسرے کے Character، مزاج، شخصیت، رویے اور نیت پر Comment کرتا ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ جانتا ہے ہر شخص اپنا حق سمجھتا ہے دوسرے پر Comment کرنا اور ہم میں جو ذرا تیز ہوتی ہیں ان کے پاس بڑا ہنر ہوتا ہے۔ لگتا نہیں ہے کہ وہ شکایت کر رہی ہیں۔ وہ ظاہر کرتی ہیں کہ ہم اپنے معاملات کو Improve کرنے کے لئے کر رہی ہیں حالانکہ وہ کردار کشی کر رہی ہوتی ہیں۔ دوسرے کی منفی بات کرتی ہیں کہ اس کا عمل، کردار، لباس، بول چال یہ سب کچھ معیوب کن ہے۔

اس طرح Character کو قتل کیا جاتا ہے۔ یہ سارا عمل چغلی اور غیبت ہے اور پھر اس سے جھوٹی افواہیں پھیلتی ہیں۔ ایک نے دوسرے کو دوسرے نے اگلے سے حتیٰ کہ A سے Z تک بات پہنچ جاتی ہے۔ A نے B سے کی تو ایک سینٹی میٹر بڑھ گئی۔ C سے D تک مزید بڑھ گئی حتیٰ کہ Z تک پہنچی تو 10 گز تک پہنچ گئی۔ اس سے ہم اپنی نیکیاں برباد کر دیتے ہیں اور ہر روز جو عمل صالحہ کرتی ہیں وہ اس غیبت کی وجہ سے شام کو سونے سے پہلے برباد کر کے صفر کر کے سوتی ہیں۔

بتائیں اس سارے عمل کے باعث ہم نے کس کا بگاڑا اپنایا اس کا جس کی غیبت کی، منفی بات کی، تبصرہ کیا، تجزیہ کیا، بیان کیا، خبر دی جو کچھ بھی کہا بگاڑا کس کا؟ یاد رکھیں جس نے کسی کے بارے میں جو کچھ برا کہا اس نے اپنا آپ بگاڑا۔ دو وجہ سے ایک تو یہ کہ دن بھر نیکیاں کی تھیں وہ غیبت اور چغلی کر کے سارا صفایا ہو گیا۔ نامہ اعمال صفر ہو گیا اور اگر روز یہی عمل کرتا رہے کہ صبح اٹھ کر نیکیاں کرے مگر غیبت کر کے رات کو ختم کر دیا تو پھر اس کا حال ایسے ہے جیسے کولہو کے بیل کی طرح جہاں سے چلے تھے وہیں پر کھڑے ہیں۔ لہذا غیبت اور چغلی انسان کے عمل، کردار، تقویٰ اور نیکیوں کو برباد کر دیتی ہے۔

دوسرا نقصان یہ کہ جس کے بارے میں آپ نے Comment کیا، منفی بات کی چونکہ وہ موجود نہ تھا پشت پیچھے کی لہذا آپ کی نیکیاں برباد ہو گئیں اور آپ کے غیبت کرنے سے اس کے گناہ مٹا دیئے گئے اور آپ کے نامہ اعمال میں ڈال دیئے گئے حالانکہ نہ اس نے نفل پڑھے تھے، نہ تسبیح کی، نہ عبادت کی، نہ محنت کی۔ ممکن ہے وہ آرام سے گھر سوئی ہوئی ہو مگر اس کو نیکیاں مل گئیں۔ اس کے گناہ گھٹ گئے۔ آپ کی نیکیاں مٹ گئیں، آپ کے گناہ بڑھ گئے، کیا حاصل ہوا؟ اس طرح ماحول بھی پراگندہ ہوتا ہے۔

بعض اوقات جھوٹا الزام لگادیا جاتا ہے الزام میں اس لئے کہتا ہوں کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ وہ بدکار ہے۔ اب بدکاری کرتے ہوئے اس نے آنکھوں سے دیکھا تو نہیں ہوگا۔ اسی طرح آپ کسی کے بارے میں کہہ دیں کہ وہ بڑا گناہگار ہے اور اسے آپ نے گناہ کرتے ہوئے دیکھا نہ ہو۔ کسی سے سنا ہی تو یہ بات یاد رکھ لیں کہ صرف دو ہستیوں سے سننے میں غلطی نہیں ہوسکتی۔ ایک اللہ سے سنیں۔ دوسرا اس رسول ﷺ سے سنیں۔ باقی ہر بشر اپنی Assesment میں غلط ہوسکتا ہے تو آپ نے جب ایسا کلمہ بولا جو کسی سے سنا تھا۔ خدا جانے اس نے آگے کسی سے سنا تھا اور بات چلتے چلتے آپ تک پہنچی۔

اب وہ بات کتنی سچی تھی اور کتنی جھوٹی تھی اس کی خبر نہیں۔ آپ سے قبر میں اس کے بارے میں سوال بھی نہیں ہونا کہ فلاں بدکار تھا یا نہیں تھا؟ فلاں گناہ گار تھا یا نہیں تھا؟ منافق تھا یا نہیں تھا؟ آپ سے صرف یہ پوچھا جائے گا کہ اپنی سنا تو رب کو جانتی ہے؟ اپنے دین کو جانتی ہے؟ اپنے رسول کو پہچانتی ہے؟ لہٰذا جو نیک اعمال لے کر گیا ہوگا صرف اس کو توفیق ہوگی کہ وہ صحیح جواب دے سکے۔ اس سنی سنائی بات کو آگے پہچانے والے کے لئے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ سنی سنائی بات کو آگے کردینا جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔

اب بتائیں کتنی باتیں ایک دوسرے کے بارے میں ہم لوگ کرتے ہیں کہ فلاں مجھے اچھا نہیں جانتی، فلاں ایسا سلوک کرتی ہے۔ میرے ساتھ وغیرہ وغیرہ۔ کوئی ایک آدھ ایسا واقعہ ہوگا جو آپ نے خود دیکھا یا سنا ہوگا ورنہ زیادہ تر ایک دوسرے سے شیئر کرتی ہیں یا اندازہ کرتی ہیں ایک دوسرے کے عمل سے یا Guess کیا تو وہ بھی حقیقت نہیں۔ شیئر کیا وہ بھی حقیقت نہیں۔ اس طرح اس الزام کا گناہ بھی سر آیا۔ اگر حقیقت بھی تھی تو آپ سے تو اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا ہی نہیں کہ آپ تبصرہ کریں یا اس کی بات کا جواب دیں۔ نہ آپ سے قبر، قیامت اور دنیا میں بھی پوچھا جانا ہے۔ لہٰذا آپ جتنا زبان کھولیں گی دوسرے کے بارے میں تو گناہ ہی نکلے گا۔ میری آپ کو نصیحت یہ ہے کہ اس عمل کو ترک کردیں۔ جس میں تھوڑا ہے یا پھر زیادہ ہے اور مشن میں کام کرنے والی بیٹیاں، بہنیں تو کلیتاً تائب ہوجائیں یہ زہر ہے جس سے موت واقع ہوجاتی ہے۔ جب بھی کسی کے بارے میں زبان کھولیں تو اس کی اچھائی بیان کریں اگر اس کی کوئی اچھائی معلوم نہیں تو چپ رہیں اور برائی کو زبان پر لانے سے گناہ ہی ہوگا۔ دیکھیں برائی کسی نے کی گناہ آپ نے مفت میں کمایا۔ اس کو تو اللہ گناہ دے گا یا معاف کردے گا۔ وہ تو اس کے اور اللہ کے مابین معاملہ ہے لیکن آپ نے جو تبصرہ کیا تو آپ تو مفت میں ہی ماری گئیں۔ لہٰذا ان باتوں سے اجتناب کریں کیونکہ اس سے اللہ اور اس کے رسول ناراض ہوتے ہیں اور اس سے برکت بھی اٹھ جاتی ہے۔ بولیں تو اچھا بولیں وگرنہ اپنی زبان سی لیں کیونکہ خاموش رہنے میں حکمت یہ ہے کہ کم از کم انسان گناہ سے بچ جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

قربانی کا حقیقی مقصد اور اس کی حکمت

طیبہ کوثر

۱۰ ذی الحجہ وہ تاریخی، مبارک اور عظیم الشان قربانی کا یادگار دن ہے جب امت مسلمہ کے مورثِ اعلیٰ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بڑھاپے میں عطا ہوئے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم الٰہی کی خاطر قربان کرنے کا ایسا قدم اٹھایا کہ آج بھی اس منشائے خداوندی کی تعمیل پر چشم فلک حیران ہے جبکہ دوسری طرف فرمانبرداری وجانثاری کے پیکر آپ علیہ السلام کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام نے رضا مندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی گردن اللہ کے حضور پیش کر کے قربانی کے تصور کو ہمیشہ کے لئے امر کرنے کا ایسا مظاہرہ کیا کہ خود ''رضا'' بھی ورطہ حیرت میں مبتلا ہوگئی۔ ان دونوں کی فرمانبرداری اور قربانی کو اسی وقت رب تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا اور آپ کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سلامتی کا پروانہ عطا کر کے آپ علیہ السلام کی جگہ ایک دنبہ بھیج دیا جسے رب تعالیٰ نے ذبحِ عظیم قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ. (الصّٰفٰت، ۳۷: ۱۰۷)اور ہم نے عظیم قربانی کا فدیہ دے کر اس کو بچا لیا۔

قربانی کی تاریخی اہمیت پر قرآن حکیم کی یہ آیت دلالت کرتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَام (الحج، ۲۲: ۳۴)

اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر کر دی ہے تا کہ وہ ان مویشی چوپایوں پر جو اللہ نے انہیں عنایت فرمائے ہیں (بوقتِ ذبح) اللہ کے نام کا ذکر کریں۔

مذکورہ بالا آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی (قربانی) کو دوام بخشنے پر دلالت کرتی ہے کہ سابقہ تمام امتوں پر قربانی فرض تھی۔

اسلام کا تصور قربانی نہایت ہی پاکیزہ، اعلیٰ اور افضل ہے۔ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنت ابراہیمی یعنی قربانی کا جو تصور دیا وہ اخلاص اور تقوی پر زور دیتا ہے۔ قربانی اور تقوی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ عید

الاضحیٰ کے روز ہر مسلمان اس عظیم الشان قربانی کی یاد تازہ کرتا ہے جو رویائے صادقہ پر منشائے خداوندی سمجھتے ہوئے حضرت ابرہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے پیش کی تھی۔خلوص اور پاکیزہ نیت سے اللہ کی راہ میں دی گئی قربانی انسان کے دل میں غمگساری، ہمدردی، مخلوق پروری اور دکھی انسانیت کی خدمت کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔

قربانی کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول اور شیطانی قوتوں کو خائب وخاسر بنانا ہے۔قربانی کی اصل روح انسان میں تقویٰ کو پروان چڑھانا ہے نہ کہ محض جانور قربان کر کے گوشت اور خون اس کی نذر کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو بھی ذبیح جانور کا گوشت اور خون نہیں بلکہ دلوں کا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے۔جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط (الحج، ۲۲: ۳۷)

ہرگز نہ (تو) اللہ کو ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون مگر اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''یہ قربانی جو انہیں پیش کرنے کی ہدایت کی جا رہی ہے وہ اس لیے نہیں ہے کہ خدا کو ان قربانیوں سے کوئی نفع نہیں پہنچتا۔ خدا کو ان قربانیوں کا گوشت یا خون کچھ بھی نہیں پہنچتا۔تمہاری پیش کی ہوئی یہ چیز تم ہی کو لوٹا دی جاتی ہے۔تم خود اس کو کھاؤ اور بھوکوں اور محتاجوں کو کھلاؤ۔قربانی کی مثال بالکل یوں ہے کہ کوئی اپنے سر کے تاج کو اصل بادشاہ کے قدموں پر رکھے اور بادشاہ اس تاج کو اپنے قدموں سے عزت دے کر پھر اس کے سر پر پہنا دے۔ خدا قربانیوں کے خون سے محظوظ نہیں ہوتا، بلکہ اس تقویٰ اور اس اطاعت سے خوش ہوتا ہے جو ان قربانیوں سے ان کے پیش کرنے والوں کے اندر پیدا ہوتا ہے۔'' (تدبر قرآن، ۵: ۲۴۴۔ ۲۵۱)

معلوم ہوا کہ قربانی کا بظاہر مقصد جانور ذبح کرنا ہے مگر اس کی اصل روح تقویٰ اور اخلاص کی آبیاری ہوتی ہے ۔لیکن صد افسوس کہ آج کے ماحول میں قربانی سنت ابراہیمی کی بجائے دکھلاوے کی قربانی بن چکی ہے۔ لوگ ذاتی نمود ونمائش کے لیے قربانی میں غلو کرنے لگے، اپنی دولت کا رعب جمانے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی دوڑ میں اخلاص وتقوی سے اپنا دامن خالی کر کے ریاکاری کو اپنا شعار بنا چکے ہیں۔ بہت فخریہ انداز میں جانوروں کی قیمتیں بتا کر لطف لیتے ہوئے یہ کہتے دکھائی دیتے ہیں کہ ہم نے اعلیٰ سے اعلیٰ نسل کے اتنے جانور ذبح کیے۔ وہ یہ بھول چکے ہیں کہ قربانی کی قبولیت کا انحصار ریاکاری پر نہیں بلکہ خالصیت پر ہوتا ہے اور جہاں اخلاص نہ ہو وہاں قبولیت بھی نہیں ہوتی۔

جبکہ اسوہ ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا اصل مقصد جانور ذبح کرنا، نفسانی خواہشات کی تکمیل اور دکھلاوہ نہیں بلکہ طلبِ رضائے الٰہی ہے۔قربانی کے ذریعے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، انبیاء کرام علیہم السلام سے محبت اور خلوص وایثار کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

الغرض قربانی کا اصل فلسفہ تقویٰ کا حصول اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے اگر اسی جذبے سے قربانی کی جائے تو یقیناً وہ بارگاہ الٰہی میں شرفِ قبولیت کی سند پاتی ہے اور اگر ریاکاری سے کام لے کر نمود ونمائش اور اپنی دولت کا رعب ڈالنے کے لیے قربانی کی جائے تو ایسی قربانی روزِ محشر کے ثواب سے محروم کر دیتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو قربانی کے جانور کا خون یا گوشت نہیں بلکہ قربانی دینے والے انسان کی نیت مطلوب ہوتی ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب کا حاصل کیا جاتا ہے۔

لہٰذا قربانی کا جانور لیتے وقت سے لے کر اسے اللہ کی راہ میں ذبح کرتے وقت یہی خیال ذہن نشین رہنا چاہیے کہ اس قربانی کا مقصد صرف رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ کیونکہ جو جانور اللہ کی رضا کے لیے ذبح کیا جاتا ہے اس کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانی قبول ہو جاتی ہے اس کی تائید درج ذیل حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ إِنَّهَا لَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا.

(سنن ترمذی، کتاب كِتَابُ الْأَضَاحِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْأُضْحِيَّةِ، ۴: ۸۳، رقم: ۱۴۹۳)

''اللہ تعالیٰ کو عید الاضحیٰ کے دن قربانی سے بڑھ کر کوئی بھی عمل زیادہ محبوب نہیں ہوتا ہے بے شک روزِ قیامت قربانی کے جانور کا ثواب، سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت ملے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل ہی قربانی بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جاتی ہے لہٰذا بخوشی قربانی کیا کرو۔''

اس میں شک نہیں کہ قربانی اسلامی تعلیمات کا ایک اہم حصہ، اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ اور مالی عبادت ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ قربانی کے جانوروں کی خریداری پر چھوٹے بڑے جانوروں کے حساب سے ایک خطیر رقم خرچ کی جاتی ہے۔ کچھ لوگ اپنے علاوہ اپنے والدین، بچوں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی دیتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے بسا اوقات وہ بہت سے چھوٹے جانور یا ایک بڑا جانور خرید لیتے ہیں جن کی خریداری پر اچھی خاصی رقم خرچ ہوتی ہے۔ بعض ظاہر بین لوگ قربانی پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی پر اتنی زیادہ رقم خرچ کرنے کی بجائے اسی رقم سے اگر کسی غریب کی مدد کر دی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ ان کے نزدیک یہ قربانی نہیں کہ آپ کے اردگرد، محلے اور قرب و جوار میں کوئی غریب آدمی ہو اور آپ اس کی مدد کرنے کی بجائے بھاری رقم سے قربانی کا جانور خرید لیں۔

قربانی جیسی مقدس عبادت پر اس بے جا اعتراض کے متعلق عرض یہ ہے کہ جس رب نے امتِ مسلمہ کے لیے قربانی کو لازم قرار دیا ہے اسی رب نے صاحبِ نصاب آدمی پر زکوۃ بھی فرض کی ہے اور اس کے علاوہ دیگر صدقات کی بھی ترغیب دلائی ہے ۔ ظاہر ہے جو آدمی بھاری رقم خرچ کر کے ایک قیمتی جانور خرید تا ہے وہ صاحبِ نصا ب اور صاحبِ حیثیت آدمی ہے اور ایسے آدمی پر زکوۃ یقیناً فرض ہے ۔ اسلام نے اس پر قربانی کے ساتھ ساتھ زکوۃ بھی فرض کی ہے ۔ اس لیے زکوۃ اور دیگر صدقات کی مد سے غریبوں کی مدد کی جاسکتی ہے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں شادی بیاہ ، تفریحِ طبع اور دیگر دعوتوں پر بے تحاشا رقوم خرچ کی جاتی ہیں ۔ محض نمو دو نمائش کے لیے قیمتی لباس زیبِ تن کیا جاتا ہے ۔ روزانہ بہت سارا کھانا ضائع ہو جاتا ہے ۔ ان تمام فضول کاموں پر خطیر رقم خرچ کی جاتی ہے اور ایسا ہم روزانہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں ۔ ان تمام فضول رسم و رواج اور تفریحات پر جب بھاری رقوم خرچ کی جاتی ہیں بلکہ ضائع کی جاتی ہے تب ان لوگوں کو نہ تو غریب کی بیٹی نظر آتی ہے اور نہ ہی کوئی ضرورتمند دکھائی دیتا ہے ۔ ان تمام فضولیات پر اعتراض کرنے کی بجائے محض قربانی کو ہدفِ تنقید بنانا دین سے دوری اور اسلامی تعلیمات سے بیزاری کا نتیجہ ہے ۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ قربانی دینے میں بھی غریبوں کا فائدہ ہے ۔ ہمارے ہاں بے شمار غریب لوگ ایسے ہیں جنہیں سال بھر گوشت کھانا نصیب نہیں ہوتا ۔ قربانی کے اس عمل سے سال میں ایک بار انہیں بھی یہ نعمت میسر ہوتی ہے ۔ بہت سے غریب لوگ سال بھر جانور اسی ارادے سے پالتے ہیں کہ عید پر انہیں بھی کچھ رقم حاصل ہو جائے گی ۔ قربانی کی وجہ سے جانوروں کی افزائشِ نسل کا خصوصی خیال رکھا جاتا ہے ۔ ان کے چارے اور دیگر ضروریات کو پورا کرنے سے بھی بہت سے لوگوں کا روزگار وابستہ ہے ۔ قربانی کے جانوروں کی کھالوں کے بہت سے مصارف ہیں ۔ اس وجہ سے چمڑے کے کاروبار کو خوب ترقی ملتی ہے ۔ قربانی کی کھالیں فلاحی اداروں، مدارس اور دیگر نیک مقاصد کے لیے دی جاتی ہیں جن سے حاصل ہونے والی رقوم بھی غریبوں کے کام آتی ہیں ۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دسویں ذی الحجہ کو اللہ رب العالمین کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل جانوروں کا خون بہانا یعنی قربانی ہے ۔ ایک سچے مسلمان کے پیشِ نظر فقط رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے اور وہ مالک کے حکم کے سامنے سر جھکا دیتا ہے ۔ جب اللہ تعالیٰ جو سارے جہانوں کا خالق بھی ہے اور مالک بھی اور جس نے پوری مخلوق کو رزق دینے کا ذمہ لے رکھا ہے اس کی رضا جانوروں کی قربانی میں ہے تو ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ حکمِ خداوندی کے سامنے اپنی تاویلات اور توجیہات پیش کر کے غریبوں کا ہمدرد، معاون اور غمگسار بنتا پھرے ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قربانی کی اصل روح سمجھتے ہوئے جانور کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔(آمین) ☆☆☆☆☆

عیدالاضحیٰ ۔۔۔ قربانی و تقویٰ کا پیغام

محمد احمد طاہر

قربانی سے مراد ہر وہ عمل ہے جسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول، اجر و ثواب اور اس کی بارگاہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے انجام دیا جائے۔ بطور خاص جانور کی قربانی کو عربی میں ''اضحیہ'' کہتے ہیں۔ اس کی جمع اضاحی ہے۔

قربانی کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسانی تاریخ لیکن امت مسلمہ ہر سال جو قربانی کرتی ہے یہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یادگار ہے۔

عیدالاضحیٰ 10 ذی الحج کو منائی جاتی ہے، اسے عید قرباں یا بقر عید بھی کہا جاتا ہے۔ اسلام کی جتنی بھی عبادات، رسوم یا تہوار ہیں ان کے مقاصد دنیا کے تمام دیگر مذاہب اور اقوام سے منفرد اور اعلیٰ و ارفع ہیں۔ نماز ہو یا روزہ، زکوٰۃ ہو یا حج، عیدالفطر ہو یا عید قرباں، سب کا مقصد مسلمانوں کو متقی بنانا ہے۔

قربانی کرنا اللہ کے خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے لئے بھی باقی رکھی گئی ہے۔ یہ قربانی اتنی اہم ہے کہ اس کا بیان قرآن مجید کے علاوہ احادیث مبارکہ میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فصل لربک وانحر. (الکوثر، ۱۰۸: ۲)

پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیہ تشکر ہے)

ابن ماجہ نے حضرت سیدنا زید بن ارقمؓ سے روایت کی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی:

یارسول الله ماهذه الاضاحی؟ یارسول اللہ ﷺ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟

فرمایا: سنة ابیکم ابراهیم.

تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! (ﷺ) ہمارے لئے اس میں کیا ثواب ہے؟ فرمایا:

لکل شعرة حسنة. ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔

عرض کیا گیا: اون کا کیا حکم ہے؟ فرمایا:

بکل شعرة من الصوف حسنة. اون کے ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

قربانی کس پر واجب ہے

قربانی ہر مسلمان مرد، عورت، عاقل، بالغ اور مقیم پر واجب ہے۔ جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مال اس کی حاجت اصلیہ سے زائد ہو۔ یہ مال خواہ سونا، چاندی یا اس کے زیورات ہوں یا مال تجارت۔

قربانی کے واجب ہونے سلسلہ میں عامر بن رملہ سے روایت ہے کہ حضرت مخنف بن سلیمؓ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرفات میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

یا ایھا الناس ان علی کل بیت فی کل عام اضحیة وعتیرة اتدرون ماالعتیرة؟ ھذہ التی یقول الناس الرجبیة. (سنن ابوداؤد، کتاب الضحای، رقم:۲۷۸۸)

''اے لوگو! ہر گھر والوں پر سال میں ایک دفعہ قربانی اور عتیرہ ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ عتیرہ کیا چیز ہے؟ عتیرہ وہی ہے جس کو لوگ رجبیہ کہتے ہیں''۔

حضرت امام ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ حضرت امام خطابی فرماتے ہیں کہ عتیرہ سے مراد وہ جانور ہے جسے جاہلیت میں لوگ اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے اور اس کا خون بت کے سر پر بہادیتے تھے۔

قربانی کی فضیلت

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کا کوئی عمل خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ نہیں۔ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا اور بے شک اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت حاصل کرلیتا ہے۔ پس دل کی خوشی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔ (جامع ترمذی، ابواب الاضاحی، رقم:۱۴۹۳)

قربانی کے دن

قربانی صرف تین دن کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے دنوں میں قربانی نہیں ہوتی۔ قربانی کے دن ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخ ہے۔ ان ایام میں جب چاہے قربانی کرسکتا ہے۔ البتہ پہلے دن قربانی افضل ہے۔

قربانی کا وقت

قربانی نمازِ عید پڑھ کر کی جانی چاہئے۔ نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بقرعید کے دن نماز پڑھنے کے بعد خطبہ دیا پھر قربانی کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

من ذبح قبل ان یصلی فلیذبح اخری مکانها و من لم یذبح فلیذبح باسم الله.

جس نے نماز سے پہلے ذبح کرلیا ہو تو اسے دوسرا جانور بدلہ میں قربانی کرنا چاہئے اور جس نے نماز سے پہلے ذبح نہ کیا ہو وہ اللہ کے نام ذبح کرے۔ (متفق علیہ)

اسی طرح براء بن عاذبؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن خطبہ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نمازِ عید پڑھنے سے پہلے کوئی شخص (قربانی کا جانور) ذبح نہ کرے۔ فرماتے ہیں: میرے ماموں نے اٹھ کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آج کے دن گوشت کھانا پسند ہوتا ہے اور میں نے قربانی میں جلدی کی تاکہ اپنے گھر والوں اور ہمسایوں کو کھلاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فاعد ذبحک باخر. دوسرا جانور ذبح کرنے کا بندوبست کرو۔ (جامع ترمذی، ابواب الاضاحی، رقم:۱۵۵۰)

کس جانور کی قربانی مستحب ہے

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والے موٹے تازے نر دنبے کی قربانی دی۔ وہ سیاہی میں کھاتا، سیاہی میں چلتا اور سیاہی میں دیکھتا تھا۔ (جامع ترمذی، ابواب الاضاحی، رقم:۱۵۲۵)

اسی طرح عروہ بن زبیرؓ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والے مینڈھے کے لئے حکم فرمایا۔ جس کے سینگ سیاہ، آنکھیں سیاہ اور جسمانی اعضاء سیاہ ہوں پس وہ لایا گیا تو اس کی قربانی دینے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! چھری تو لاؤ پھر فرمایا: اسے پتھر پر تیز کرلینا۔ پس میں نے ایسا ہی کیا تو مجھ سے لے لی اور مینڈھے کو پکڑ کر لٹایا اور ذبح فرمانے لگے تو کہا:

بسم الله اللهم تقبل من محمد وال محمد وامة محمد ثم ضحى به.

(سنن ابوداؤد، کتاب الضحایا، رقم:۱۰۱۹)

نبی کریم ﷺ قربانی کے جانور ذبح کرتے وقت بھی آل محمد کی جانب منسوب فرمادیا کرتے تھے اور اللہ کا نام لے کر ذبح کرتے۔معلوم ہوا جو جانور اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو اس ثواب میں شریک کرنے یا ایصال ثواب کی غرض سے اللہ والوں کی جانب منسوب کردینے سے مااھل بہ لغیر اللہ میں شمار نہیں ہوتا۔ جو جانور بزرگوں کی جانب منسوب کیا جائے کہ ان کے لئے ایصال ثواب کرنا ہے اور اسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو اسے حرام اور مردار ٹھہرانے والے شریعت مطہرہ پر ظلم کرتے اور بزرگوں سے دشمنی رکھنے کا ثبوت دیتے ہیں۔

قربانی اپنے ہاتھ سے کرنا مستحب ہے

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے سینگ والے دوچت کبرے مینڈھوں کی قربانی کی۔انہیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔بسم اللہ اور اللہ اکبر پڑھا اور اپنا پاؤں ان کی گردن کے اوپر رکھ کر ذبح کیا۔(متفق علیہ)

قربانی کرنے کا طریقہ

بہتر یہ ہے کہ قربانی خود کرے، اگر خود نہ جانتا ہو تو کسی دوسرے مسلمان کو اپنی طرف سے ذبح کرنے کے لئے کہے۔ بوقت ذبح خود بھی موجود ہو۔قربانی کے جانور کو بائیں پہلو پر قبلہ رخ لٹائیں اور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھتے ہوئے تیز چھری سے ذبح کردیں۔ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کریں اور نہ ہی ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کیا جائے۔ ذبح کرنے والے کیلئے یہ کلمات کہنا مسنون ہے:

انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین. ان صلاتی و نسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین. لاشریک له وبذلک امرت وانا من المسلمین. الهم لک ومنا بسم الله الله اکبر.

جب ذبح کر چکے تو یہ دعا پڑھے:

اللهم تقبله منی کما تقبلت من حبیبک محمد ﷺ وخلیلک ابراهیم (علیه السلام).

قربانی اللہ کی رضا کیلئے کی جائے

قرآن مجید میں ہے:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ. (الحج، ۲۲:۳۷)

''ہرگز نہ (تو) اللہ کو ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون مگر اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے''۔

یعنی قربانی کرنے والے صرف نیت کے اخلاص اور شروط تقویٰ کی رعایت سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرسکتے ہیں۔

مسائل واحکام قربانی

۱۔ جس طرح قربانی مرد پر واجب ہے اسی طرح عورت پر بھی واجب ہے۔

۲۔ مسافر پر قربانی واجب نہیں لیکن اگر نفل کے طور پر کرے تو کرسکتا ہے ثواب پائے گا۔

۳۔ قربانی کے دن گزر جانے کے بعد قربانی فوت ہوگئی۔ اب نہیں ہوسکتی۔ لہذا اگر کوئی جانور قربانی کے لئے خرید رکھا ہے تو اس کو صدقہ کرے ورنہ ایک بکری کی قیمت صدقہ کرے۔

۴۔ اگر میت کی طرف سے قربانی کی تو اس کے گوشت کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ اگر میت نے کہا تھا کہ میری طرف سے قربانی کردینا تو اس صورت میں کل گوشت صدقہ کرے۔

۵۔ قربانی کرنے والا بقرعید کے دن سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے یہ مستحب ہے۔

۶۔ آج کل اکثر لوگ کھال دینی مدرسہ میں دیتے ہیں یہ جائز ہے۔ اگر مدرسہ میں دینے کی نیت سے کھال بیچ کر قیمت مدرسہ میں دے دیں تو یہ بھی جائز ہے۔

۷۔ قربانی کا گوشت یا کھال قصاب یا ذبح کرنے والے کو مزدوری میں نہیں دے سکتا۔

۸۔ قربانی کی اور قربانی کے جانور کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اسے بھی ذبح کردے اور کام میں لاسکتا ہے اور مرا ہوا ہو تو پھینک دے۔

۹۔ خصی جانور کی قربانی افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت اچھا ہوتا ہے۔

۱۰۔ قربانی کا گوشت تول کر برابر برابر تقسیم کرنا چاہئے۔

(قانون شریعت، حضرت مولانا شمس الدین)

شب عید کی فضیلت

حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے دونوں عیدوں کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا (یعنی عبادت میں مصروف رہا) اس کا دل اس دن نہ مرے گا، جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوں گے (یعنی قیامت کے دن خوف وگھبراہٹ سے محفوظ رہے گا)''۔ (الترغیب والترہیب)

نویں ذی الحج کا روزہ

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بقر عید کی نویں تاریخ کے روزے کے بارے میں فرمایا:

''میں اللہ تعالیٰ سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اس (روزہ) کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ کردے گا''۔ (صحیح مسلم)

یوم عید کی سنتیں

۱۔صبح سویرے اٹھنا ۲۔مسواک کرنا ۳۔خوشبو لگانا ۴۔غسل کرنا

۵۔ نئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہننا ۶۔سرمہ لگانا

۷۔ایک راستہ سے آنا اور دوسرے راستے سے جانا ۸۔عید کے بعد مصافحہ کرنا

۹۔عید گاہ جاتے وقت بلند آواز سے تکبیرات کہنا

۱۰۔عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا اور نماز کے بعد قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے۔

نماز عید کا طریقہ

عید کی نماز دو رکعت واجب ہے۔اس کی نیت یوں کریں:

''نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز واجب عیدالاضحیٰ کی، ساتھ چھ زائد تکبیروں کے، خاص اللہ تعالیٰ کے لئے، منہ طرف قبلہ شریف کے، پیچھے اس امام کے اللہ اکبر''۔

تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء (سبحانک اللھم۔۔۔۔) پڑھیں پھر ہاتھ اٹھا کر تین تکبیریں علیحدہ علیحدہ کہیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں، پھر امام قرات کرے گا، جسے خاموشی سے سنا جائے، قرات کے بعد حسب معمول رکوع وسجود کریں۔ پھر دوسری رکعت میں امام قرات کرے گا، قرات کے بعد تین تکبیریں ہاتھ اٹھا کر کہیں اور ہر مرتبہ ہاتھ چھوڑ دیں، چوتھی تکبیر بغیر ہاتھ اٹھائے کہہ کر رکوع میں چلے جائیں، باقی نماز حسب معمول مکمل کریں، بعد میں امام صاحب خطبہ مسنونہ پڑھیں گے، جس کا سننا ہر ایک پر واجب ہے۔ ☆☆☆☆☆

قائداعظم کا تصورِ پاکستان

رسید جعفر احمد/ خواجہ رضی حیدر

بابائے قوم آخری دم تک ملک و ملت کی تعمیر میں مصروف عمل رہے، ان کے افکار میں قومی بحرانوں کا حل موجود ہے۔

ماضی میں قائداعظم کی سوانح حیات کے صرف وہی پہلومنظرِ عام پر آسکے جن کا منظرِ عام پر آنا حکومتوں کو منظور تھا۔ حیاتِ قائداعظم کے وہ درخشاں پہلو جو ہماری ریاستی پالیسیوں سے میل نہیں کھاتے تھے بڑی ہوشیاری کے ساتھ تلف کردیے گئے یا انھیں دبیز پردوں کے پیچھے چھپا دیا گیا۔ بدقسمتی سے ہم نے نہ صرف قائداعظم کے تصورات و افکار اور ان کے طرزِفکر کو سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے بلکہ جوں جوں وقت گزرتا گیا ہمارے ہاں ایسے لوگوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا ہے' جنھوں نے پہلے تو قائداعظم کے نظریات کی نت نئی تاویلیں پیش کیں اور پھر اپنے نسخہ ہائے کیمیا کو قائداعظم کے تصورات بنا کر پیش کرنا شروع کردیا۔

یہ سلسلہ اس قدر دراز ہوچکا ہے اور اس کے اثرات اتنے دور تک پہنچ چکے ہیں کہ اب دانشِ حاضر کی پہلی ذمے داری ہی یہ قرار پاتی ہے کہ فی الفور قائداعظم کے ان تصورات کا کھوج لگائیں جن پر امتدادِ زمانہ کی گرد اور تحریف پسندوں کی ضرب پڑ چکی ہے۔

قائداعظم کے تصورات کے تذکرے اور ان کی تشریح سے قبل دو بنیادی باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ قائداعظم بجا طور پر ایسے راہ نماؤں میں شمار ہوتے ہیں جو اپنے غیرمعمولی شخصی اوصاف، اپنی تاریخ فہمی اور تدبر کے حوالے سے اپنے زمانے پر اثرانداز ہوئے اور حالات کا رخ موڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی کام یابی کا بڑا راز معروضی حالات کے ان کے فہم میں پوشیدہ تھا۔ قائداعظم کے تصورات کی اہمیت بھی اسی حقیقت میں مضمر ہے کہ یہ تصورات ذاتی ہوتے ہوئے بھی روحِ عصر کے بہترین عکاس تھے۔

قائداعظم کے تصورات کی تفہیم کے ضمن میں دوسری قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ مختلف امور کے حوالے سے ان کے طرزِعمل یا ان کے ردِعمل میں تبدیلیوں کے باوجود اہم ترین امور پر ان کے یہاں استقلالِ فکروعمل کی کارفرمائی کو

دریافت کرنا کوئی زیادہ مشکل نہیں۔ بعض لوگوں نے ہندو مسلم تعلقات، ہندوستان کے اتحاد یا ایسے ہی دیگر موضوعات کے حوالے سے قائداعظم کی جانب سے مختلف ادوار میں اختیار کردہ مؤقف میں تضاد کی نشان دہی کی ہے۔

یہ قائداعظم کی دلیل اور ان کے مدعا کے فرق کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ قائداعظم کی حیثیت مسلمانوں کے مقدمے کے ایک مستعد اور صاحبِ نظر وکیل کی تھی۔ وہ بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں ہندوستانی سیاست میں وارد ہوئے اور انھوں نے مسلمانوں کی نمائندگی اور ان کے کاز کی بہترین عملی تعبیر کی تلاش کے کام کو اپنا مطمح نظر بنایا۔

یہ دور ہندوستان کی سیاست میں ہمہ جہتی تبدیلیوں، سیاسی تحریکوں، آئینی اصلاحات اور تصادم و تعاون کے مختلف النوع رجحانات کا دور تھا۔ ہمہ وقت بدلتی سیاسی صورتِ حال کے علاوہ یہ بات بھی واضح تھی کہ ہندوستان کے مستقبل کا حتمی فیصلہ ابھی ہونا باقی ہے۔ ایسے میں مسلمانوں کے مقدمے کے وکیل کی حیثیت سے قائداعظم کے دلائل، ان کے الفاظ اور ان کی لغت میں بھی تبدیلیاں آتی چلی گئیں۔

ظاہر بیں نظروں نے قائداعظم کی استعمال کردہ اصطلاحات اور ان کی ڈکشنری ہی کو ان کی منزل تصور کرلیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ ان کی سیاست میں تضاد دیکھنے پر مجبور ہیں۔ سوال یہ ہے کہ قائداعظم کی اصل منزل کیا تھی یا ان کا حقیقی مدعا کیا تھا۔ اس سوال کا جواب یوں بھی اہم ہے کہ اگر قائداعظم کے مقصد کو سمجھ لیا جائے تو ان کے نظریات و افکار کی گرہیں بھی کھلنے لگتی ہیں۔

بنیادی طور پر قائداعظم برصغیر کے مسلمانوں کے لیے سماجی انصاف اور ان کے سیاسی و جمہوری حقوق کو یقینی بنانا چاہتے تھے۔ ابتدا میں انھوں نے یہ مقصد متحدہ ہندوستان کے پس منظر میں حاصل کرنا چاہا اور جب انھیں متحدہ ہندوستان کے اندر اس مقصد کا حصول ممکن نہیں نظر آیا تو پھر اسی مقصد کے لیے انھوں نے علیحدہ مملکت کی تجویز پیش کی۔

ایک علیحدہ مملکت کا تصور قائداعظم کے نزدیک دین کے بنیادی ارکین میں شامل نہیں تھا کہ جس پر زندگی کے ایک خاص مرحلے میں وہ ایمان لے آئے تھے بلکہ یہ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے سماجی اور سیاسی حقوق کے حصول کے دیگر مجوزہ راستوں کے بند ہو جانے کے بعد بچ جانے والا واحد اور ناگزیر راستہ تھا۔ ایک بار جب انھوں نے اس راستے کو اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا تو ان کے دلائل کا رخ بھی اسی جانب مڑ گیا۔ انھوں نے مسلم قومیت کو اپنے مطالبے کی اساس بنایا مگر ایسا کرتے وقت وہ ایک دلیل ہی کا سامان کر رہے تھے۔ مسلم قومیت ان کا ہدف نہیں بلکہ ان کے ہدف کے حصول کی سیاسی دلیل تھی۔

جہاں تک سماجی انصاف کے مسئلے کا تعلق ہے تو اس ضمن میں قائداعظم کے خیالات میں اشکال کی ذرا سی بھی گنجائش موجود نہیں ہے۔

تحریکِ پاکستان کی مختلف تعبیرات میں ایک تعبیر یہ بھی ہے کہ اس کی پشت پر مسلمان سرمایہ دار یا مسلم

بورژوا طبقے کے مفادات کارفرما تھے۔ Papanek Hanna نے ایک تحقیقی مقالے میں بمبئی، گجرات اور کلکتہ کے مسلم بورژوالے طبقے کے حقیقی عزائم پر سے پردہ اٹھایا ہے جس کا خیال تھا کہ قیامِ پاکستان کے بعد وہ ہندوستان میں اپنے تجارتی و صنعتی مراکز بدستور قائم رکھے گا، جب کہ پاکستان تو تمام تر اس کے لیے فرشِ راہ ہوگا۔

قائداعظم مسلم سرمایہ داروں کو ساتھ لے کر چلنے پر مجبور تھے کہ مسلم لیگ کو فنڈز کی ضرورت تھی مگر وہ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی ہوسِ زر سے بھی ناواقف نہیں تھے۔ چنانچہ 1943ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی میں انھوں نے تنبیہ کردی تھی کہ:

''پاکستان میں عوامی حکومت ہوگی اور یہاں میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو متنبہ کردوں جو ایک ظالمانہ اور قبیح نظام کے وسیلے سے پھل پھول رہے ہیں اور اس بات نے انھیں اتنا خودغرض بنا دیا ہے کہ ان کے ساتھ عقل کی کوئی بات کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ عوام کی لوٹ کھسوٹ ان کے خون میں شامل ہوگئی ہے۔ انھوں نے اسلام کے سبق بھلا دیے ہیں۔ حرص اور خودغرضی نے ان لوگوں کو اس بات پر قائل کر رکھا ہے کہ دوسروں کے مفادات کو اپنے مفادات کے تابع بنا کر موٹے ہوتے جائیں۔ میں گاؤں میں گیا ہوں' وہاں لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ہمارے عوام ہیں جن کو دن میں ایک وقت کی روٹی نصیب نہیں۔ کیا یہی تہذیب ہے؟ کیا یہی پاکستان کا مقصود ہے؟ ... اگر پاکستان کا یہی تصور ہے تو میں اس کے حق میں نہیں ہوں۔۔۔''

عدل عمرانی اور ایک عام مسلمان کی اقتصادی بہبود کے بارے میں قائداعظم کے یہ خیالات اپنی تشریح آپ ہیں۔ آج بھی یہ اتنے ہی برمحل ہیں جتنے اب سے نصف صدی قبل تھے۔

قائداعظم کی زندگی کے مشن میں جو دوسرا اہم ترین مقصد کارفرما تھا وہ برصغیر کے مسلمانوں کے سیاسی و جمہوری حقوق کی پاس داری تھی۔ ایک وسیع حلقے کے نزدیک قائداعظم کی جمہوریت پسندی ہی محلِ نظر ہے۔ مثلاً کانگریسی مصنّفین کی یہ عمومی رائے ہے کہ جناح جمہوریت کے ساتھ خود کو ہم آہنگ نہیں کرسکے۔ اور جب ہندوستان کی آزادی کا مرحلہ آیا تو انھوں نے اس خیال کے پیشِ نظر کہ اب ہندو اکثریت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اقتدار میں آجائے گی، مسلمانوں کے لیے علیحدہ مملکت کا مطالبہ کردیا۔

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ 1940 اور 1947 کے درمیان بظاہر خود قائداعظم نے غیر منقسم ہندوستان کے پس منظر میں جمہوریت پر عدم اعتماد کا اظہار کیا تھا۔ قائداعظم کے اس دور کے موقف کی تشریح اور ان کے جمہوریت کے بارے میں مکمل طرزِ فکر کا جائزہ لینے سے پہلے ایک مرتبہ پھر اس بات کو دہرانے کی ضرورت ہے کہ ایک خاص وقت میں دیے گئے جناح کے دلائل کو ان کا آخری مدعا تصور کرنا ایک زبردست خلط مبحث کو جنم دے سکتا ہے۔

اس خلط مبحث کے ابطال سے قبل ہم اس امر پر زور دینا چاہیں گے کہ قائداعظم اول تا آخر جمہوریت

کے قائل تھے۔ قائداعظم کی تعلیم برطانیہ میں ہوئی تھی جہاں انھوں نے گلیڈ اسٹون (Gladstone) اور جان مارلے (Morley John) جیسے لبرل راہ نماؤں کے خیالات سے غیر معمولی اثرات قبول کیے تھے۔ قائداعظم اپنی سیاسی زندگی میں تقریباً 35 سال تک ہندوستان کی امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے رکن رہے۔ اس دوران انھوں نے بارہا شہری آزادیوں اور قانون کی بالادستی کے لیے آواز اٹھائی۔

انھوں نے پریس سے متعلق اس مسودہ قانون (Bill Press) کی سخت مذمت کی جس کے ذریعے حکومت نے آزادی اظہار پر پابندی لگانے کے اختیارات حاصل کر لیے تھے۔ 1919ء میں رولٹ ایکٹ کی آمد پر انھوں نے امپیریل لیجسلیٹو اسمبلی سے مستعفی ہونے کا اعلان کیا۔ ایسا کرتے وقت انھوں نے جمہوریت سے نہیں بلکہ برطانوی حکومت سے اپنی مایوسی کا اظہار کیا۔ سِول لبرٹیز پر ان کے ایمان کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ وہ غدر پارٹی کے انقلابی بھگت سنگھ کے لیے بھی انہی حقوق کا مطالبہ کرتے نظر آتے ہیں جو انگریزوں کو حاصل تھے۔

وہ فوج کے سیاست میں ملوث ہونے کے اس درجہ مخالف تھے کہ جب سبھاش چندر بوس نے جاپان کی مدد سے انڈین نیشنل آرمی قائم کی تو قائداعظم نے یہ کہہ کر اس کی مذمت کی کہ فوج کو سویلین اتھارٹی کی حکم عدولی کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ قیام پاکستان کے بعد جون 1948 میں اسٹاف کالج کوئٹہ میں خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ فوج پر لازم ہے کہ وہ دستور کا احترام کرے۔ جس پاکستان کا خواب قائداعظم نے دیکھا تھا اس میں عوام مقتدر اعلیٰ کی حیثیت رکھتے تھے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر قائداعظم جمہوریت کے فلسفے کے اس درجہ قائل تھے تو قیامِ پاکستان سے قبل کے مختلف ادوار کی ان کی سیاست اور نقطہ ہائے نظر میں نظر آنے والے اختلاف کی کیا توجیہہ پیش کی جاسکتی ہے۔

جمہوریت امکانی طور پر تین میدانوں میں اکثریت کے ہاتھوں کج روی کا شکار ہوسکتی ہے، یا مسخ ہوسکتی ہے۔ اول، حکومتی امور میں اکثریتی جماعت جمہوریت کے نام پر آمرانہ اختیارات حاصل کرسکتی ہے۔ اس کا توڑ انسان نے یہ دریافت کیا ہے کہ جمہوریت کے ساتھ ساتھ اختیارات کو ایک سے زیادہ اداروں میں تقسیم کردیا جائے اور حکومت کی پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہی کو ضروری قرار دے دیا جائے۔ اکثریت کی آمریت علاقائی تقسیم کے میدان میں بھی قائم ہوسکتی ہے اور اکثریتی آبادی کا علاقہ، اقلیتی آبادی کے علاقے پر جمہوریت کے نام پر اپنا استبداد قائم کرسکتا ہے۔

اس امکان کو رد کرنے کے لیے جو بہترین Mechanism استعمال کیا جاسکتا ہے وہ وفاقیت یا Federalism کا اصول ہے جس کے تحت وحدتوں کے اختیارات ازروئے آئین طے کردیے جاتے ہیں، نیز قانون سازی کے لیے دو ایوانی مقنّنہ قائم کی جاتی ہے جس کا ایوانِ زیریں آبادی کی بنیاد پر اور ایوانِ بالا وحدتوں کی برابری کی بنیاد پر وجود میں آتے ہیں۔ جمہوریت کے نام پر ایک اکثریت اقلیت پر ایک اور میدان میں بھی

اپنی آمریت قائم کرسکتی ہے اور یہ عقائد کا میدان ہے۔

ایک مذہبی کمیونٹی یا فرقہ اپنی اکثریت کو بنیاد بنا کر اقلیتی کمیونٹی کے اوپر تسلط کا دعوے دار ہوسکتا ہے۔ سیاسی و اقتصادی مفادات کے حوالے سے ظہور میں آنے والے گروہ مذہب اور عقائد کو اپنی شناخت کا ذریعہ قرار دے کر اپنے گروہی استحقاق یا Legitimacy کا دعویٰ کرسکتے ہیں اور یوں مذہب سیاسی مقاصد کے لیے استعمال ہوسکتا ہے اس کا تدارک جس Mechanism سے کیا جاسکتا ہے وہ Secularism ہے، جس کی رو سے ریاست مذہبی معاملات میں غیر جانب دار بن جاتی ہے۔

قائداعظم ان تینوں Mechanisms کو ناگزیر سمجھتے تھے اور ہندوستان کے مخصوص پس منظر میں ان کا پختہ یقین تھا کہ اگر یہاں جمہوریت ان تینوں انتظامات کے بغیر نافذ ہوتی ہے تو یہ مسلمانوں کو مستقل طور پر ہندو اکثریت کے سامنے بے بس بنادے گی۔ قائداعظم کا پورا سیاسی کیریئر ان تینوں نظاموں کی وکالت یا ان کے تقاضوں کی تکمیل میں گزرا۔

وفاقیت قائداعظم کی کاوشوں کا ایک اہم محور تھی۔ برصغیر میں نمائندہ اداروں کا قیام مرحلہ وار اصلاحات کے ذریعے ہوا۔ مطالبہ پاکستان پیش کیے جانے کے بعد قائداعظم نے مختلف مواقع پر مجوزہ مملکت کے لیے وفاقی نظام کی وکالت کی۔ 8 نومبر 1945ء کو ایسوسی ایٹ پریس آف امریکا کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا: ’’نظریہ پاکستان اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ قومی حکومت کو وہ پوری خودمختاری حاصل ہوگی جو ممالک متحدہ امریکا، کینیڈا اور آسٹریلیا کے دساتیر میں ملتی ہے۔ البتہ بعض نہایت اہم اختیارات مرکز کے پاس ہوں گے۔‘‘

قائداعظم کے تصورِ جمہوریت کا ایک اور لازمی اور ناگزیر جزو سیکولرازم تھا۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں سیکولرازم کے بارے میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ اس کا ترجمہ بعض لوگوں نے لادینیت کر کے سیکولرازم کے نظام سے لوگوں کو متنفر کرنے کی کوشش کی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ سیکولرازم کا لادینیت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ اصطلاح تھیوکریسی کے الٹ کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ تھیوکریسی ایک ایسے نظام کو کہتے ہیں، جس میں حکومت کلیسا کے احکام کے تابع ہوتی ہے جب کہ سیکولرازم میں حکومت کلیسا کی مداخلت سے آزاد ہوتی ہے۔

سیکولر نظام میں ریاست خود کو مذہبی مناقشات اور مسلکی اختلافات سے آزاد رکھتی ہے اور غیر جانب دارانہ طرزِ عمل اختیار کرتی ہے۔ قائداعظم کے ذہن میں بھی پاکستان کا جو تصور تھا وہ ایک ایسی مملکت ہی کا تصور تھا جس میں ریاست مذہبی اختلافات سے خود کو دور رکھتی اور ایک غیر جانب دار ادارے کی حیثیت سے کام کرتی ہے۔ قائداعظم کا پورا سیاسی کیریئر مسلم اقلیت کے حقوق کی وکالت کی نذر ہوا۔

آئینی اصلاحات کے ہر موقع پر انھوں نے مسلمانوں کے لیے زیادہ سے زیادہ سیاسی تحفظات کے حصول

کی بھرپور کوشش کی مگر ایک اقلیت کے حقوق کی حمایت اور مذہب کو سیاست کے لیے استعمال کرنے میں جو فرق تھا وہ قائداعظم کی سیاست میں نمایاں تھا۔ چنانچہ عین اس زمانے میں جب کہ وہ مسلم اقلیت کے سیاسی حقوق اور اس کے خلاف کسی قسم کے امتیاز کے امکان کے خلاف برسرِ پیکار تھے، انھوں نے تحریک خلافت سے خود کو الگ رکھا۔

جو شخص اقلیتوں کے حقوق کے لیے تمام عمر برسرِ پیکار رہا ہو وہ قیام پاکستان کے بعد نئی مملکت کی اقلیتوں کو بے یار و مددگار کیسے چھوڑ سکتا تھا؟ چناں چہ 11 اگست 1947ء کی اپنی تقریر میں انھوں نے ریاست اور مذہب کے تعلق کے حوالے سے جو چشم کشا گفتگو کی وہ تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ اس تاریخی تقریر میں آپ نے فرمایا:

''بایں ہمہ اس تقسیم میں کسی ایک مملکت میں یا دوسری مملکت میں اقلیتوں کا وجود ناگزیر تھا۔ اس سے مفر نہیں تھا۔ اس کا بھی کوئی اور حل نہیں تھا۔ اب ہمیں کیا کرنا ہے؟ اگر آپ اپنا رویہ تبدیل کر لیں اور مل جل کر اس جذبے سے کام کریں کہ آپ میں سے ہر شخص خواہ وہ اس ملک کا پہلا شہری ہے یا دوسرا یا آخری سب کے حقوق و مراعات اور فرائض مساوی ہیں۔

قطع نظر اس سے کہ کس کا کس فرقے سے تعلق ہے اور ماضی میں اس کے آپ کے ساتھ کس نوعیت کے تعلقات تھے اور اس کا رنگ و نسل یا عقیدہ کیا ہے تو آپ جس قدر ترقی کریں گے اس کی کوئی انتہاء نہ ہوگی۔۔۔، اب آپ آزاد ہیں۔ اس مملکت پاکستان میں آپ آزاد ہیں۔ اپنے مندروں میں جائیں، اپنی مساجد میں جائیں یا کسی اور عبادت گاہ میں۔ آپ کا کسی مذہب، ذات پات یا عقیدے سے تعلق ہو، کاروبارِ مملکت کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔''

پاکستان کی تاریخ میں ہم جن سیاسی بحرانوں سے گزرے ہیں ان کی پشت پر بنیادی طور پر تین مسائل ہی کارفرما رہے ہیں۔ جمہوریت کا مسئلہ، ایک قابلِ عمل وفاقی نظام کا مسئلہ، اور ریاست اور مذہب کے تعلق کا مسئلہ۔ کیا یہ دل چسپ اتفاق نہیں ہے کہ یہی تین امور قیام پاکستان سے قبل بھی قائداعظم کی سیاست میں مرکزی کردار ادا کرتے رہے اور ان کے حوالے سے ان کا طرزِ فکر بڑے واضح طور پر تاریخ میں محفوظ ہے۔ آج بھی ہمیں انہی مسائل سے سابقہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ آج جب کہ ہم تہ در تہ بحرانوں کی زد میں ہیں، کیا ہم بانی پاکستان کے ارشادات سے روشنی اخذ کرنے کی زحمت گوارا کریں گے؟

تاریخ ساز شخصیت

1948ء بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی کا آخری سال تھا۔ اگرچہ آپ نے اپنی سیاسی زندگی نہایت سرگرمی اور تن دہی سے گزاری مگر آپ کی زندگی کے آخری دس سال جن میں آپ کو بڑھتی ہوئی عمر اور گرتی ہوئی صحت کے پیش نظر مکمل آرام کی ضرورت تھی نہایت ہنگامہ خیز سال تھے۔ قیام پاکستان کے بعد

نومولود مملکت کے مسائل ایسے نہ تھے جن کو قائداعظم نظر انداز کر دیتے یا دوسروں پر چھوڑ دیتے۔

اسی لیے آپ نے ان مسائل کی جانب بھرپور توجہ دی۔ پاکستان کی داخلہ اور خارجہ پالیسی کا تعین اور اس پر عمل درآمد کو یقینی بنانا، ملک کے مختلف علاقوں کا دورہ کر کے وہاں کے عوام کے مسائل معلوم کرنا اور پھر ان کے تدارک کے لیے اقدامات، قومی معیشت کا فروغ و استحکام، نظام تعلیم موثر بنانا، سرحدوں کا دفاع، آئین ساز اسمبلی، سرکاری ملازمین اور مسلح افواج کو نہ صرف ان کے فرائض سے آگاہ کرنا بلکہ ان کو یہ باور کرانا کہ قوم ان سے کیا توقعات رکھتی ہے۔

ان تمام امور سے قائداعظم نے حتی المقدور عہدہ برا ہونے کی بھرپور کوشش کی۔ بقول پروفیسر شریف المجاہد تمام حالات و واقعات کا دیانت داری سے تجزیہ کیا جائے تو یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ یہ نوزائیدہ قوم اپنی ہنگامہ خیز پیدائش کے فوراً بعد ہی پیش آنے والے تباہ کن اور ہول ناک بحرانوں میں بھی محض اس لیے زندہ سلامت رہی کہ اس دور میں قائداعظم امور مملکت کے نگران تھے۔

پاکستان کے عوام کو ان پر جو بے پناہ اعتماد تھا، لوگوں کے دلوں میں ان کے لیے جو زبردست عقیدت و محبت تھی، قائداعظم نے اسی کو بروئے کار لا کر اپنی قوم کو درپیش مشکلات و مصائب سے نمٹنے کے لیے حوصلہ عطا کیا۔ آزادی نے عوام کے سینوں میں حب الوطنی کے جن جذبات کو بھڑکایا تھا ان کی حرارت اور توانائی کا رُخ تعمیری سرگرمیوں کی سمت موڑ دیا۔

1948ء میں 25 مئی کو آپ ڈاکٹروں کے مشورے پر کوئٹہ گئے، تاکہ وہاں ہر قسم کی فکر سے آزاد ہو کر مکمل آرام کر سکیں مگر کوئٹہ میں بھی مصروفیات کا سلسلہ جاری رہا۔ 29 جون کو آپ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کرنے کے لیے کراچی آئے اور پھر کام میں لگ گئے، نتیجتاً صحت مزید گر گئی۔ ڈاکٹروں کے مشورے پر 7 جولائی کو آپ دوبارہ کوئٹہ روانہ ہوگئے مگر آپ کی علالت اتنی سنگین صورت اختیار کر گئی کہ ڈاکٹروں نے فوری طور پر زیارت منتقل کر دیا جو کوئٹہ کے مقابلے میں نسبتاً سرد مقام ہے۔

زیارت میں قیام کے دوران آپ کی طبیعت قدرے بہتر ہوئی اور آپ اکثر و بیش تر اپنی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح اور اپنے عملے کے ارکان سے مختلف امور پر تبادلہ خیال کرنے لگے۔ ڈاکٹر ریاض علی شاہ نے، جو اس وقت قائداعظم کے معالج تھے، اپنے ایک مضمون میں تحریر کیا ہے: ''جب میں 17 جولائی کو قائداعظم کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ مسہری پر دراز تھے۔ جسم نحیف اور کمزور لیکن چہرہ باوقار اور پر جلال، آنکھوں میں بلا کی چمک اور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ۔ وہ بہت کمزور ہوگئے تھے، رخسار کی ہڈیاں ابھر آئی تھیں اور گال اندر کی طرف دھنس گئے تھے۔ بیماری کی وجہ سے رنگ اور زیادہ نکھر آیا تھا۔

بال بکھرے ہوئے تھے۔ ایک شاعر یا فلسفی کی طرح چہرے کی جھریاں ان کے گہرے مطالعے اور تدبر

کی باریکیوں کو نمایاں کررہی تھیں۔ بیماری کے باوجود وہ روزانہ صبح شیو بنواتے اور صبح ساڑھے چھے بجے چائے پیتے۔ ہم نے اصرار کیا کہ اگر آپ سو رہے ہوں تو بہتر ہے کہ آپ کو نہ اٹھایا جائے کیوں کہ آپ کے لیے آرام اور نیند اشد ضروری ہے۔ قائد اعظم جواباً مسکرادیے اور فرمانے لگے ''صحت کے لیے زندگی بھر کے اصول ترک نہیں کیے جاسکتے۔''

زیارت میں قائد اعظم کے قیام اور بیماری کے بارے میں آپ کی ہمشیرہ محترمہ فاطمہ جناح نے اپنی کتاب ''مائی برادر'' میں خاصی تفصیلات درج کی ہیں جو بہت اہم اور معلومات افزا ہیں۔ زیارت میں محترمہ فاطمہ جناح پورے انہاک سے قائد اعظم کی تیمارداری میں مصروف رہیں۔

قیام پاکستان کی پہلی سال گرہ قریب تھی لیکن قائد اعظم اپنی علالت کے سبب سالگرہ کی تقریبات میں شرکت سے معذور تھے۔ اس موقعے پر آپ نے قوم کے نام ایک پیغام میں فرمایا ''پاکستان کا قیام ایک ایسی حقیقت ہے جس کی دنیا کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ یہ دنیا کی ایک عظیم ترین مسلمان ریاست ہے۔ اس کو سال بہ سال ایک نمایاں کردار ادا کرنا ہے اور ہم جیسے آگے بڑھتے جائیں گے ہمیں ایمان داری، مستعدی اور بے غرضی کے ساتھ پاکستان کی خدمت کرنا ہوگی۔''

زیارت میں قیام کے دوران قائد اعظم کا بلڈ پریشر خاصا گرگیا اور پیروں پر ورم آ گیا تھا، چنانچہ آپ کو ڈاکٹروں کے مشورہ پر زیارت سے کوئٹہ منتقل کردیا گیا۔ قائد اعظم کے ایک اور معالج کرنل الٰہی بخش نے اپنی کتاب'' میں لکھا: '' پانچ ہفتہ کی تسلی بخش صحت کے بعد 3 ستمبر کو آپ کی حرارت بڑھ گئی۔ حرارت کا یوں اچانک بڑھ جانا بہت تشویش ناک تھا چنانچہ ہم نے بڑی احتیاط سے ان کا معائنہ کیا لیکن پھر بھی بخار کا سبب دریافت نہ کرسکے۔'' 9 ستمبر کو کرنل الٰہی بخش نے معائنے کے بعد محترمہ فاطمہ جناح سے قائد اعظم کی زندگی کے بارے میں مایوسی کا اظہار کیا مگر محترمہ فاطمہ جناح نے امید کا دامن نہ چھوڑا اور برابر طبیعت کی بحالی کی آرزومند رہیں۔ 10 ستمبر کو ڈاکٹروں کے مشورہ پر محترمہ فاطمہ جناح نے قائد اعظم کو کراچی لے جانے پر آمادگی ظاہر کردی۔ چناں چہ 11 ستمبر کو آپ کا طیارہ سوا چار بجے ماڑی پور کے ہوائی اڈے پر اترا۔

قائد اعظم کو ایک اسٹریچر پر لٹا کر بذریعہ ایمبولینس گورنر جنرل ہاؤس پہنچایا گیا۔ رات تقریباً ساڑھے نو بجے آپ کی طبیعت اچانک بگڑ گئی۔ چند منٹ کے بعد کرنل الٰہی بخش، ڈاکٹر ریاض علی شاہ اور ڈاکٹر مستری گورنر جنرل ہاؤس پہنچ گئے۔ اس وقت قائد اعظم پر بے ہوشی طاری تھی۔ نبض کی رفتار بھی غیر مسلسل تھی۔ ڈاکٹروں نے معائنے کے بعد انجکشن لگایا مگر حالت بگڑتی چلی گئی۔ دس بج کر 25 منٹ پر فخر قوم، بطل جلیل، اسلامیان پاکستان کا ناخدا، عزم و استقلال، فراست اور ذہانت کا پیکر ہمیشہ کے لیے اللہ کی رحمت میں پہنچ گیا۔

قائد اعظم بلا شبہہ ہندوستان کی جدید تاریخ کے معمار تھے۔ ایک تاریخ ساز شخصیت۔ ایک ایسی شخصیت

جس کی عصر حاضر میں کوئی اور دوسری مثال نہیں ملتی۔ بقول سرجنی نائیڈو جناح عصر حاضر کی سب سے سر برآوردہ اور جاذب نظر شخصیت تھے۔ قائد اعظم کے انتقال کو نصف صدی سے زاید عرصہ ہو چکا ہے مگر آج بھی ان کی شخصیت اپنے سیاسی کردار کے آئینے میں سماجی علوم کے ماہرین کے لیے ایک اہم ترین شخصیت ہے۔ ایک ایسی شخصیت جس کی تفہیم کے بغیر ہندوستان کی جدید تاریخ کا ابلاغ یقیناً ناممکن ہے۔

''وہ مثالی شخصیت اور قابل رشک راہ نما تھے''

قائداعظم محمد علی جناح کی رحلت نہ صرف عالم اسلام کے لیے، بلکہ پوری دنیا کے لیے ایک عظیم سانحہ تھی، جس کا ثبوت ان تعزیتی پیغامات سے ملتا ہے جو آپ کے انتقال پر پوری دنیا کے راہ نماؤں نے جاری کیے۔ 12 ستمبر 1948ء اور 13 ستمبر 1948ء کے اخبارات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا بھر میں مسلمانوں نے نہ صرف قائد اعظم کے انتقال پر سوگ منایا، بلکہ غائبانہ نماز جنازہ بھی ادا کی۔ کراچی میں نماز جنازہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے تحریک پاکستان کے ممتاز راہ نما علامہ شبیر احمد عثمانی نے فرمایا،''وہ اورنگزیب عالمگیر کے بعد دوسرے عظیم مسلمان تھے۔''

پاکستان کے پہلے وزیراعظم اور قائد اعظم کے دست راست نوابزادہ لیاقت علی خان نے 11 ستمبر 1948ء کو قوم کے نام اپنے نشری پیغام میں کہا،''اللہ تعالیٰ نے قائد اعظم کو ایک ایسے وقت میں ہمارے درمیان سے اٹھالیا ہے جب کہ ہمیں ابھی اپنی قومی بقا کے دشوار ترین مراحل میں ان کی راہ نمائی کی اشد ضرورت تھی۔ ہم کو اس موقع پر اپنے اللہ کے سامنے عہد کرنا چاہیے کہ ہم غیر متزلزل عزم کے ساتھ اس عظیم مقصد سے وابستہ ہوجائیں گے، جس کے لیے قائد اعظم نے حصول پاکستان کے بعد خود کو وقف کر دیا تھا۔ اور وہ عظیم مقصد یہ ہے کہ ہم اس نومولود مملکت کو عظیم اور طاقت ور ملک بنائیں گے۔''

برطانیہ کے شہنشاہ کنگ جارج نے محترمہ فاطمہ جناح کے نام ایک تعزیتی ٹیلی گرام میں کہا،''مجھے اور ملکہ کو آپ کے عظیم بھائی اور پاکستان کے پہلے گورنر جنرل قائد اعظم محمد علی جناح کے انتقال کی خبر سن کر شدید صدمہ پہنچا۔ یہ ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ آپ کے لیے بھی اور پاکستان کے عوام کے لیے بھی، جن کے وہ عظیم راہ نما تھے۔'' برطانیہ کے وزیراعظم کلیمنٹ آر ایٹلی نے کہا کہ قائداعظم کے انتقال سے پاکستان اپنے عظیم ترین شہری سے محروم ہوگیا ہے۔

انہوں نے ایک مدت سے برصغیر کی ملت اسلامیہ کے لیے اپنی عظیم صلاحیتوں کو وقف کر رکھا تھا۔ وہ ایک راہ نما کی حیثیت سے نمایاں اور ممتاز تھے اور پاکستان میں ان کے انتقال سے جو خلاء پیدا ہوا ہے وہ شاید ہی پُر ہوسکے۔ برطانوی پارلیمنٹ کے رکن سر اسٹیفورڈ کرپس نے، جن کو تحریک پاکستان کے دوران متعدد بار قائداعظم سے ملاقات و مذاکرات کا شرف حاصل ہوا تھا، کہا،''وہ بہ حیثیت انسان راست بازی اور دیانت داری

کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔

ان کے ساتھ گفت گو کرنا متعدد وجوہات کی بناء پر دشوار ترین امر تھا، کیوں کہ وہ اپنے مقصد اور موقف پر غیرمتزلزل یقین رکھتے تھے۔ وہ بہت نفیس اور خوش اخلاق میزبان تھے اور اپنے موقف کے حق میں دوسروں کو ہم وار کرنے اور دوسروں کے اٹھائے ہوئے سوالات کا مدلل جواب دینے کے لیے پوری رات جاگنے کے لیے تیار رہتے تھے۔'' برطانیہ کے سابق وزیر ہند لارڈ پیتھک لارنس نے کہا،''قائداعظم جناح کا نام ایک عظیم قوم کی تشکیل کرنے والے راہ نما کی حیثیت سے تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔''

امریکا کے صدر ہیری ایس ٹرومین نے کہا،''پاکستان کے گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح کے اچانک انتقال کی خبر سن کر شدید صدمہ پہنچا۔ وہ پاکستان کے خواب کوتعبیر سے ہم کنار کرنے والے، ایک مملکت کے معمار اور دنیا کی سب سے بڑی مسلم قوم کے بابائے قوم تھے۔مسٹر جناح کی مقصد سے وابستگی، جاں نثاری اور بے مثل قیادت کی یادیں پاکستان کے عوام اور حکومت کی آیندہ آنے والے دنوں میں ہمیشہ راہ نمائی کرتی رہیں گی۔''

امریکا کے سیکریٹری آف اسٹیٹ جارج مارشل نے کہا،''قائداعظم محمد علی جناح ان راہ نماؤں میں ممتاز و نمایاں تھے جو اپنے مقصد سے غیرمشروط وابستگی اور اس پر غیرمتزلزل یقین رکھتے تھے۔ انھوں نے نہ صرف دنیا کی ایک بہت بڑی قوم کی تشکیل کی، بلکہ اس کے مشکل ترین ابتدائی مرحلے میں دنیا کی دوسری اقوام کے ساتھ تعاون کو فروغ دے کر راہ نمائی کی۔ ان کی راست بازی، دیانت داری، خلوص اور ناقابلِ تسخیر عزم کی ان کے سیاسی دوست اور دشمن سب ہی قدر کرتے تھے۔ انہیں تنظیمی اور سیاسی امور میں جو مہارت تھی اس نے ان کو نہ صرف ایشیا بلکہ دنیا کے عظیم مدبروں کی صف میں نمایاں اور ممتاز کردیا تھا۔ ان کے انتقال سے نہ صرف پاکستان کے عوام بلکہ اقوام عالم کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔''

قائداعظم محمد علی جناح کے بعد گورنر جنرل کے عہدے پر متمکن ہونے والے راہ نما خواجہ ناظم الدین نے کہا،''عظیم لوگ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ قائداعظم بھی تاریخ اور پاکستان کے دوام و ثبات تک زندہ رہیں گے۔ یہ بات ہمارے لیے باعثِ فخر ہے کہ قائداعظم ہماری قوم میں پیدا ہوئے اور ہم نے ان کی بے مثل قیادت میں پاکستان حاصل کیا۔''

بھارت کے وزیراعظم مسٹر جواہر لال نہرو نے ایک تعزیتی پیغام میں کہا کہ قائداعظم محمد علی جناح کے انتقال سے جو عظیم نقصان پاکستان کے عوام اور پاکستان کو پہنچا ہے، اس پر بھارت کے عوام، میرے رفقاء اور میری جانب سے دلی تعزیت اور ہم دردی قبول کیجیے۔ بمبئی کے وزیراعلیٰ اور قائداعظم کے دوست پی جی کھیر نے کہا کہ محمد علی جناح تاریخ ساز شخصیت تھے۔ ان کی قوت فیصلہ، خوداعتمادی اور بے مثال وکالت نے ان کو ایک قابل رشک راہ نما بنادیا تھا۔ ان کی موت ہم سب کا اجتماعی نقصان ہے۔ ☆☆☆☆☆

قومی وحدت کی تشکیل میں تحمل و برداشت کے رویوں کا کردار

اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر ابوالحسن الازہری

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ. (الاحقاف، ۴۶:۳۵)

''(اے حبیب!) پس آپ صبر کیے جائیں جس طرح (دوسرے) عالی ہمّت پیغمبروں نے صبر کیا تھا اور آپ ان (منکروں) کے لیے (طلبِ عذاب میں) جلدی نہ فرمائیں''۔

اور دوسرے مقام پر ارشادفرمایا:

وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ. (لقمان، ۳۱:۱۷) ''اورصبر کیا کرو ہرمصیبت پر جوتمہیں پہنچے''۔

اسی مضمون کوسورہ النور میں یوں اجاگر کیا۔

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا. (النور، ۲۴:۲۲)

''اور ان کا قصور معاف کردیں اور ان کی غلطی سے درگذر کریں''۔

قرآن اورتحمل و برداشت

اہل ایمان کوصبروتحمل اورعفو و درگزر کی تعلیم دیتے ہوئے سورہ الشوریٰ میں ارشادفرمایا:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ. (الشوریٰ، ۴۲:۴۳)

''اور یقیناً جوشخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ بلند ہمت کاموں میں سے ہے''۔

تحمل و برداشت کے ساتھ دوسروں کو معاف کرنے اور ان کی غلطی کو قبول کرنے اور ان کو نیکی کا حکم دینے کے حوالے سے سورہ الاعراف میں ارشادفرمایا:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ. (الاعراف، ۷:۱۹۹)

''(اے حبیبِ مکرّم!) آپ درگزر فرمانا اختیار کریں، اور بھلائی کا حکم دیتے رہیں''۔

سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا:

وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ. (البقرہ، ۲:۴۵) ''اور صبر اور نماز کے ذریعے (اللہ سے) مدد چاہو''۔

سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا:

اصۡبِرُوۡا وَصَابِرُوۡا. (آل عمران، ۳:۲۰۰) ''صبر رکھو اور آپس میں صبر کی تعلیم دو''۔

وہ لوگ جو صبر، برداشت اور تحمل سے کام لیتے ہیں اور دوسروں کو معاف کر دیتے ہیں ایسے لوگوں کو باری تعالیٰ صابرین کا تکریمی لقب دے کر یوں مخاطب کرتا ہے:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ. (آل عمران، ۳:۱۴۶) ''اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''۔

صبر اللہ کی رضا اور خوشنودی اور اس کی توفیق سے کیا جاتا ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا:

وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ. (النحل، ۱۶:۱۲۷)

''اور (اے حبیبِ مکرّم!) صبر کیجیے اور آپ کا صبر کرنا اللہ ہی کے ساتھ ہے''۔

حدیث رسول ﷺ اور تحمل وصبر

رسول اللہ ﷺ نے صبر و برداشت کے حوالے سے ارشاد فرمایا: امام بخاری نے اسے کتاب المفرد میں روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

الصبر مفتاح الفرج. صبر کشائش وفراخی کا ذریعہ ہے۔

الصبر والسماحة. صبر کشائش کی چابی ہے۔

النصر مع الصبر. فتح وکامیابی صبر کے ساتھ ہے۔

اگر ہم ان آیات اور احادیث مبارکہ میں غوروفکر کریں تو ہمیں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اسلام قومی وحدت کی تشکیل کے لئے زندگی کے ہر مرحلے پر تحمل و برداشت کی تعلیم اپنے ماننے والوں کو دیتا ہے۔ آج ہماری اجتماعی وحدت، ملی وحدت، قومی وحدت، علاقائی وحدت، خاندانی وحدت، دفتری اور گھریلو وحدت اور ایک عظیم مقصد کے لئے وحدت کی ہر سطح اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم دوسرے افراد کو برداشت کریں، ان کے رویوں کو برداشت کریں، ان کے ساتھ تحمل والا سلوک کریں، ان کے ساتھ صبر و درگذر والا معاملہ کریں، ان کے ساتھ بے پناہ برداشت کا سلوک کریں، یہ برداشت اور تحمل کا عمل اور رویہ ہی خود بخود ایک وحدت کی صورت بنتا چلا

جائے گا۔ قومی وحدت کی خاطر اگر اس عمل نے فوری نتائج نہ دیئے تو کچھ تاخیر کے ساتھ وہ نتائج ضرور حاصل ہوں گے۔ اس لئے کہ باری تعالیٰ بندوں کے کسی بھی اچھے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔

تحمل و برداشت سنت انبیاء علیہم السلام ہے

اب ہم اگر آیات کا بغور جائزہ لیں تو ہمیں اس بات کی سمجھ آتی ہے کہ تحمل و برداشت کے عمل کو اور خلق کو عالی ہمت پیغمبروں نے اختیار کیا ہے اور جو اپنے اندر ہمت و طاقت اور جرات وشجاعت رکھتا ہو جو اپنے ارادوں اور اپنے عملوں میں مضبوط ہو وہی اس تحمل و برداشت کے رویے کو بآسانی اختیار کرسکتا ہے۔ اس اعتبار سے تحمل و برداشت اور صبر و درگذر کا یہ عمل جملہ انبیاء علیہم السلام کا خلق ہے۔ برداشت وتحمل کے رویے انسان نے خود اپنے اندر پیدا کرنے ہوتے ہیں اور انسان نے ان کو خود اختیار کرنا ہوتا ہے۔ تحمل و برداشت کا رویہ انسان کے اندر کیسے اور کس طرح پیدا ہوتا ہے۔

قرآن حکیم نے اس کا ضابطہ دے دیا ہے۔ یہ دوسرے انسانوں کو معاف کرنے اور ان سے درگذر کرنے سے جنم لیتا ہے۔ جس نے دوسروں کو ان کی غلطیوں پر معاف کرنا اور ان کی خطاؤں پر ان سے درگذر کرنا سیکھ لیا، وہ متحمل مزاج ہوجائے گا۔ وہ قوت برداشت کے عظیم رویے اور عظیم خلق کا حامل ہوجائے گا۔

قرآن نے اپنے ماننے والوں کو یہ تصور دیا ہے کہ اگر تمہاری زندگی میں کوئی مصیبت، آفت، تکلیف، پریشانی اور غم آئے تو اس مصیبت و آفت کو صبر کی قوت سے برداشت کیا جاتا ہے اور اس مصیبت کی گھڑی کو ہر لمحہ صبر کے ذریعے برداشت کرنے کی التجاء کی جاتی ہے۔ مصیبت کو صبر کی طاقت سے برداشت کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور حل ہی نہیں ہے۔

صبر وتحمل اور برداشت انسان کے لئے اللہ کی بارگاہ سے مدد ونصرت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ جب کوئی بندہ صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتا ہے تو یہ عمل بذات خود اس کے لئے فراخی رزق کا باعث بن جاتا ہے اور ہر میدان میں اس کے لئے کامیابی و کامرانی کی نوید لے کر آتا ہے۔

تحمل وحلم کے اخلاق اور ان کا مفہوم

اب ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی اخلاق میں سے تحمل و برداشت کے حوالے سے ''حلم'' کیا ہے۔ صبر کیا ہے۔ خود تحمل کیا ہے اور عفو کیا ہے۔ یاد رکھئے حلم کا تصور یہ ہے کہ حلم انسانی خلق کی ایک ایسی حالت کا نام ہے جو اسباب محرکہ کی موجودگی میں ثابت اور برقرار رہے اور اسباب محرکہ سے مراد وہ اسباب ہیں جو عفو دلانے

والے ہوں جو انسان کو طیش لانے والے ہوں جو انسان کو رنج پہنچانے والے ہوں۔ جن کی وجہ سے انسان اپنا شدید منفی ردعمل دیتا ہے، انسان کو سب وشتم کیا جارہا ہو، انسان کو ذہنی اذیت اور جسمانی تکلیف دی جارہی ہو، ان سارے عوامل کے باوجود اگر کوئی شخص منفی ردعمل نہ دے بلکہ ان سارے معاملات اور واقعات کو دل کی مضبوطی اور عمل کی درستگی کے ساتھ برداشت کرلے تو اس کو حلیم الطبع کہتے ہیں اس کو حلم والا کہتے ہیں اور اس کو حلیم مزاج رکھنے والا کہتے ہیں۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، قاضی عیاض مالکی، مکتبہ حنفیہ لاہور، ج۱، ص۱۰۹)

اسلام میں صبر و برداشت کا تصور

اب اس کے ساتھ ہم دوسرا لفظ صبر لے لیتے ہیں۔ صبر کیا ہے؟ صبر کا لغوی معنی رکنا اور روکنا ہے۔ صبر میں ایک انسان اپنے دل کو گریہ زاری سے اور زبان کو شکوہ و گلہ کرنے سے اور پورے اعضاء اور جسم کو بے قرار ہونے اور مضطرب ہونے سے روکتا ہے۔ پس انسان کا یہی عمل خلق صبر بن جاتا ہے اور جس فرد میں یہ خلق صبر کا عمل پایا جاتا ہے اسے ہم صابر کہتے ہیں۔

محقق دوانی صبر کی تعریف کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ صبر کا معنی ہے خواہشات سے مقابلہ کرنا تاکہ ان خواہشات کو رفع کرکے لذات قبیحہ کے استعمال سے انسان کو روکا جائے۔ گویا بری خواہشات سے نفس کو روکنا اور اچھی اور نیک خواہشات پر نفس کو ثابت قدم کرنا یہ صبر ہے۔ جس انسان نے خود کو بری خواہشات سے روک لیا وہ صابر ہے اور جس انسان نے خود کو بری خواہشات پر قائم کرلیا اور ان کو اختیار کرلیا وہ فاجر ہے۔

(مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، غلام رسول چیمہ، علم وعرفان پبلشرز، ص۳۷۸)

متحمل مزاج ہونے کا مفہوم

اب اس کے بعد آگے ہم لفظ تحمل کا معنی و مفہوم جانتے ہیں کہ تحمل کیا ہے۔ اسلام میں صفت تحمل کیا ہے اور خلق تحمل کی پہچان کیا ہے؟

تحمل انسان کے اندر بردباری کی ایک ایسی حالت کا نام ہے جو مصائب و آلام کے وقت اپنی جان کو منفی ردعمل دینے سے روک لے اور ان مصائب و آلام کو برداشت کرے۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، قاضی عیاض مالکی، ص۱۰۹)

گویا تحمل انسان کے اندر بردباری کا نام ہے اور اس بردباری کی وجہ سے انسان مصائب و آلام،

تکالیف و پریشانیوں کو برداشت کرتا ہے اور ایسی حالت مصیبت میں کوئی خلاف شرع کام نہیں کرتا۔ یہی کیفیت انسان کے اندر تحمل کی خوبی اور خلق پیدا کرتی ہے۔

عفو و درگذر کا مفہوم

اب ان ہی الفاظ کے ساتھ ملتا جلتا مگر ایک بڑا واضح تصور رکھنے والا لفظ عفو کا ہے۔عفو کیا ہے۔کسی کو معاف کرنا۔

عفو کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ عفو اس حالت کو کہتے ہیں جو بدلہ لینے کے وقت بدلہ کو ترک کردے یعنی معاف کردے۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، قاضی عیاض مالکی، ص۱۰۹)

گویا عفو یہ ہے کہ کسی سے بدلہ لینے کی طاقت کے باوجود بدلہ نہ لیا جائے، بدلہ لینے کے عمل کو ترک کردیا جائے اور اس کے برے اور مجرمانہ فعل پر اس کو معاف کردیا جائے تو اسے عفو کہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا خلق تحمل و برداشت

رسول اللہ ﷺ کا تحمل و برداشت، حلم اور صبر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ساری حیات طیبہ میں اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا۔کسی نے آپ کی ذات اقدس کے ساتھ ناروا سلوک کیا تو آپ نے اس سے انتقام اور بدلہ نہیں لیا بلکہ اسے معاف بھی کردیا اور اس کے حق میں دعائے خیر بھی کردی۔

اس لئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور متفق علیہ حدیث روایت ہوئی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

جب کبھی رسول اللہ ﷺ کو دو باتوں میں سے کسی ایک بات پر اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے آسان کو پسند کرتے یہاں تک وہ گناہ نہ ہوتی ہاں اگر گناہ کی بات ہوتی تو اس سے آپ لوگوں کی نسبت بہت دور ہوتے اور آپ ﷺ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے انتقام نہ لیا۔سوائے اس کے وہ حدود الٰہی کی بے حرمتی کرے تب آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حدود کے لئے بدلہ لیتے ہیں۔

(صحیح بخاری، ۲۶/۸، صحیح مسلم، ۱۸۱۳/۴)

رسول اللہ ﷺ کا اپنی جان کے دشمنوں کا معاف کرنا

اسی طرح یہ روایت بھی صحیح مسلم اور دلائل النبوۃ للبیہقی میں آئی ہے کہ ایک شخص جس کا نام غوث بن

حارث تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کو بے خبری میں قتل کرنے کا ارادہ کیا اور آپ ﷺ اس وقت ایک درخت کے نیچے آرام کررہے تھے۔ آپ کی آنکھ کھلی تو دیکھا ایک شخص تلوار سونت کر کھڑا ہے اور وہ آپ سے مخاطب ہوکر کہہ رہا تھا کہ اب کون تم کو میری تلوار سے بچائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ۔ یہ سننا ہی تھا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گرگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس تلوار کو اٹھا لیا اور اب اس سے آپ مخاطب ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا بتاؤ اب کون تجھ کو میرے وار سے روکے گا۔ اس نے کہا۔ آپ ﷺ نے مجھے اچھی طرح پکڑ لیا ہے اور آپ مجھ پر رحم فرمائیں گے پس آپ ﷺ نے اس سے درگذر کرتے ہوئے اسے معاف کردیا۔ اس کے بعد وہ شخص اپنی قوم میں واپس گیا اور اپنی قوم کو مخاطب کرکے کہنے لگا میں ایک ایسے شخص کو مل کر آرہا ہوں جو تمام لوگوں سے بہتر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی جان کے دشمنوں کو معاف کیا حتی کہ ایسے لوگوں کو بھی معاف کردیا جنہوں نے آپ کو زہر دے کر قتل کرنا چاہا اور یہاں تک کہ انہوں نے اعتراف جرم بھی کرلیا پھر بھی آپ نے اپنی شان عفو و درگذر کے ذریعے اسے معاف کردیا۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں یہ واقعہ آیا ہے کہ ایک یہودی عورت نے رسول اللہ ﷺ کے کھانے، بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا تھا اور اس نے اپنے اس جرم کا اعتراف بھی کرلیا تھا مگر چونکہ یہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کی اپنی ذات سے متعلق تھا تو آپ ﷺ نے اس عورت کو معاف کردیا۔ (صحیح بخاری، کتاب الھبۃ العبۃ، ۱۴۳/۳) (صحیح مسلم، ۱۷۲۱/۴)

اسی طرح ایک شخص لبید بن الاصم تھا یہ وہ شخص تھا جس نے رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا تھا اور اس کے اس جادو کو بے اثر کرنے کے لئے معوذتین کا نزول ہوا، اس شخص کو آپ ﷺ نے معاف کردیا تھا۔ اس کا کوئی مواخذہ نہیں کیا باوجود اس کے کہ آپ کو علم یقینی، وحی کے ذریعے تمام حالات کا علم ہوگیا تھا اور آپ نے اس پر عتاب تک نہ فرمایا چہ جائیکہ آپ اس کو سزا دیتے۔ (سنن نسائی، ۱۱۳/۷/ مسند امام احمد بن ۳۶۷/۴)

ان احادیث مبارکہ پر جب ہم غور وفکر کرتے ہیں کہ آرام کی حالت میں درخت کے نیچے آنے والا قاتل یہودی قاتل عورت اور قاتل جادوگر رسول اللہ ﷺ نے ان سب پر قدرت اور مکمل طور پر ان کو اپنے قابو میں کرلینے اور ان کے جرم کے ثابت ہونے اور ان اپنے اعتراف جرم کے باوجود آپ نے صبر وتحمل سے کام لیتے ہوئے اور عفو ودرگذر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان مجرموں کو معاف کردیا اور تاریخ سیرت میں ایسے بے شمار واقعات ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی شان عفو و درگذر کے ذریعے لوگوں کو معاف کیا اور آپ کا یہ معاف کرنے کا عمل ہی ان کے لئے ہدایت کا باعث بن گیا۔

قبول اسلام کا سبب کردار اسلام ہے

جس طرح کہ حضرت زید بن سعنہ کا اسلام قبول کا واقعہ یوں ہے کہ زید بن سعنہ اسلام قبول کرنے سے قبل رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا اور آپ سے اپنے قرض کی واپسی کا تقاضا کرنے لگا اور آپ ﷺ کے کپڑے کو آپ ﷺ کے کندھوں سے کھینچ لیا اور کپڑے کو اکٹھا کر کے پکڑ لیا اور اسے کھینچنا شروع کیا اور انتہائی سخت زبان سے کلام کیا اور یہاں تک کہہ دیا اے عبدالمطلب کے فرزندتم دیر کرنے والے اور (معاذ اللہ) وعدہ خلاف ہو۔

حضرت عمر فاروق نے یہ صورت حال دیکھی تو ان سے رہا نہ گیا آپ نے اس کو جھڑک دیا اور اس سے سخت کلام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو مخاطب کیا اور فرمایا تم اس کے قرض کو ادا کرنے کے لئے حسن ادا کی بات کہتے اور اس کو اپنا قرض مانگنے کے لئے ''حسن تقاضا'' (اچھے انداز میں قرض واپس کرنے) کی بات کہتے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس کے قرض کو واپس کرنے کی مدت میں ابھی ایک تہائی وقت باقی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو حکم دیا کہ اس کا سارا مال ادا کردو اور اس کو مزید 20 صاع زیادہ دو کیونکہ تم نے اسے خوفزدہ کیا ہے۔

یہی سارا واقعہ زید بن سعنہ کا قبول اسلام کا سبب بن گیا اس لئے زید بن سعنہ کہنے لگا میں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھ کر ساری علاماتِ نبوت کو جان لیا تھا۔ صرف دو علامتیں ابھی باقی تھیں۔ میں نے ان کو ابھی پرکھا نہ تھا۔ وہ یہ کہ آپ ﷺ کا حلم آپ کے امی ہونے پر بڑھ جائے گا اور آپ کے امی ہونے کی شان آپ ﷺ کے حلم کو اور زیادہ کردے گی۔ سو میں نے ان علامتوں کو بھی آزمالیا ہے اور میں نے آپ کے اندر ان ساری علامات نبوت کو ویسے ہی پایا ہے جیسا میں نے کتب سماویہ میں ان کو پڑھا تھا۔

(دلائل النبوۃ لابی نعیم ۹۱/ مجمع الزوائد ۸/۲۳۳۱) (دلائل النبوۃ للبیہقی ۶/۲۷۸)

یہ ساری علامات نبوت دیکھ کر حضرت زید بن سعنہؓ آپ کے خلق تحمل و برداشت کی وجہ سے دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

تحمل و برداشت کا خلق اور دشمنوں کیلئے بھی رحمت

اسی طرح ایک اور واقعہ حضرت انسؓ سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ نے ایک حاشیہ دار چادر اوڑھی ہوئی تھی ایک اعرابی آیا اس نے انتہائی قوت و شدت اور سختی سے اس چادر کو کھینچا یہاں تک اس چادر کے سختی اور شدت کے ساتھ کھینچنے کی بنا پر آپ گردن

مبارک پر اس کی رگڑ کے آثار ظاہر ہوگئے پھر اس عمل کے بعد وہ اعرابی رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوا اور یوں کہنے لگا اے محمد ﷺ میرے ان دو اونٹوں پر وہ مال جو تمہیں خدا نے دیا پر وہ فوراً لاد دو کیونکہ یہ مال نہ تمہارا ہے اور نہ تمہارے باپ کا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اس کی اس قدر گستاخانہ بات اور اتنے شدید بدتمیزانہ انداز تخاطب کو سننے کے باوجود خاموش رہے اور آپ ﷺ نے اس اعرابی کی بات کے جواب میں صرف اتنا فرمایا ہاں مال سارے کا سارا اللہ ہی کا ہے میں تو اس کا صرف بندہ ہوں۔ آگے فرمایا: اے اعرابی تم سے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ جو تم نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے۔ اس نے کہا نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کس سبب سے تم بدلہ نہیں لیا جائے گا؟

اس اعرابی نے کہا اس لئے کہ کسی سے اپنی ذات کے لئے بدلہ لینے کی آپ کی عادت کریمہ ہی نہیں ہے اور آپ کی شان برائی کا بدلہ برائی سے دینے کی نہیں ہے۔ اس اعرابی کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرا پڑے اور فرمایا اس اعرابی کے ایک اونٹ کو جو سے اور دوسرے کو کھجور سے لادو۔ (صحیح بخاری ۷/ ۱۲۶/ صحیح ۲/ ۷۳۱)

خلاصہ کلام

ہمیں آج اپنی قومی، ملی اور ملکی وحدت کو اور ایک پاکستانی قوم ہونے کی وحدت کو تحمل و برداشت کے رویوں کے ذریعے تشکیل دینا ہوگا اور عفو و درگذر کے رویوں کے ذریعے اسے مستحکم کرنا ہوگا۔ تحمل و برداشت اور صبر و درگذر کے خلق کی آج ہماری قوم کو شدید ضرورت ہے۔ انسانی خلق میں سے تحمل و برداشت اور صبر و درگذر کا خلق یہ جہاں جہاں پایا جائے گا وہاں افراد آپس میں محبت و مودت کے ساتھ اپنی زندگی گزاریں گے۔ اس تحمل و برداشت کے رویے اور خلق کی ضرورت آج ہماری قومی زندگی کو بھی ہے۔ ہماری انفرادی زندگی کو بھی ہے آج اس کی ضرورت ہماری تجارتی زندگی کو بھی ہے اور ہماری دفتری زندگی کو بھی ہے۔

تحمل و برداشت کے رویے اور خلق کی ضرورت آج ہماری معاشرتی زندگی کو بھی ہے۔ ہماری سماجی زندگی کو بھی ہے ہماری مذہبی زندگی کو بھی ہے۔ ہماری سیاسی زندگی کو بھی ہے، ہماری معاشی زندگی کو بھی ہے اور ہماری گھریلو اور خاندانی زندگی کو بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت اقدس سے آپ کے اس خلق تحمل و برداشت اور صبر و درگذر کو اپنی زندگیوں میں اپنانا ہے۔ اس کے بارے میں قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة.

باری تعالیٰ ہماری سیرت کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی روشنی عطا فرمائے اور ہمارے خلق کو خلق رسول اللہ ﷺ سے آشنائے فرمائے۔ آمین ☆☆☆☆☆

جہیز کی شرعی حیثیت

آخری قسط

رابعہ نسرین۔منہاج کالج برائے خواتین

تکاثر: تکاثر کا مطلب ہے راتوں رات امیر ہونا۔ اس ہوس نے آج کل جہیز پر اپنا اثر قائم کیا ہوا ہے۔ آج کل لڑکے والے امیر ہونے کی غرض سے ایسی لڑکی کو دلہن بنانا چاہتے ہیں جو بینک بیلنس، گاڑی اور جہیز ساتھ لائے۔ اس سے اخلاقی برائی عام ہورہی ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ. حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ. (التکاثر، ۱۰۲: ۱، ۲)

''تمہیں کثرتِ مال کی ہوس اور فخر نے (آخرت سے) غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے''۔

ناجائز ذرائع کا استعمال: جہیز کے حصول کے لئے انسان مال مال کی رٹ لگاتا ہوا مال حاصل کرنے کے جائز و ناجائز حربے استعمال کر ڈالتا ہے اور دھوکا، خیانت، رشوت جیسے بڑے امور کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، اگر کوئی زیادہ ہی باضمیر ہومگر اپنی حلال کمائی سے اپنی بیٹی کو جہیز نہ دے سکتا ہوتو قرض جیسے جال میں تو ضرور کہیں پھنس ہی جاتا ہے۔

شادی میں تاخیر: جہیز شادی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے جس کی وجہ سے شادی میں تاخیر کی جاتی ہے اور معاشرہ میں بے راہ روی بڑھتی ہے۔

وراثت کے حق سے محرومی: اکثر لوگ بیٹی کو جہیز دے کر وراثت کے حق سے دستبردار ہوجاتے ہیں جو کہ سراسر غلط ہے۔ جہیز ایک ہدیہ ہے جبکہ وراثت ایک حق ہے جو اللہ نے بیٹی کو عطا کیا ہے۔ مباح کام کے بدلے فرض کوترک کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

احساس کمتری: مروجہ جہیز کی وجہ سے غربت و افلاس میں ڈوبے انسان احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنی بیٹیوں کو اتنا کچھ دے نہیں پاتے اور اسی وجہ سے غریب لوگوں کی بیٹیوں کا کوئی رشتہ لینے کو تیارنہیں ہوتا کہ یہ غریب لڑکی کوئی جہیز لے کرنہیں آئے گی اس لئے غریب کی بیٹیاں گھر بیٹھ کر اپنے سروں کے بال سفید

کر لیتی ہیں۔ اس ہندوانہ رسم نے شادی جیسے مقدس بندھن کو ہوس کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ شادی ایک بندھن کم بزنس زیادہ بن کر رہ گئی ہے کیونکہ آج اکثر لوگ صرف نیک سیرت پڑھی لکھی بہو کی تلاش نہیں کرتے بلکہ ایسی بہو کی خواہش کرتے ہیں جو ساتھ قیمتی گاڑی، قیمتی زیور اور سامان آرائش لائے۔

جہیز غریب والدین پر بوجھ ہے۔ جہیز لوگوں میں بغض و حسد کا باعث بنتا ہے۔ جہیز بھی گھریلو تنازعات کا باعث بنتا ہے۔ جہیز کی لعنت نے شوہروں کو حریص بنادیا ہے۔

دلہن کی قدر میں کمی: جہیز نے دلہن کی قدر کو کم کردیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں اکثر والدین یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم اپنی بیٹی کو زیادہ جہیز دیتے ہیں تو اسے سسرال میں بہت قدر ملے گی اور عزت بڑھے گی۔ جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے اس طرح عزت کی بجائے لالچ اور بڑھتا ہے۔ مرد، عورت کی خوبیوں کی بجائے جہیز پر نظر رکھتا ہے اور مزید مطالبے کرنا شروع کردیتا ہے۔ ایسے میں عورت بطور انسان کوئی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ وہ ایک جہیز بن جاتی ہے۔ اس کے کردار اور خوب سیرت اچھائیوں کو کوئی نہیں سراہتا بلکہ اس کے جہیز کی مقدار کو سراہا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہیز نے والدین پر بیٹی کو بوجھ بنادیا ہے۔ جہیز کی فرمائش اور طعنہ زنی سے تنگ آکر بعض لڑکیاں خودکشی بھی کرلیتی ہیں۔

خلاصہ بحث

جہیز کے سلسلے میں قرآن و سنت سے نہ کوئی صریح حکم اور نہ ہی ممانعت ملتی ہے اس لئے والدین کی طرف سے رخصتی کے وقت اپنی لڑکی کو مناسب جہیز جس میں نہ اسراف ہو، نہ قرض لیا گیا ہو اور نہ ہی نمود و نمائش ہو دینا مباح معلوم ہوتا ہے لیکن فرمائشی جہیز رشوت کے زمرے میں ہے اور وہ حرام ہے۔

دین اسلام میانہ روی کا دین ہے اور ہر کام کو نقطہ اعتدال پر سرانجام دینے کی ترغیب دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے اپنی لاریب کتاب میں ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا. (الفرقان، ۲۵:۶۷)

''اور (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا (زیادتی اور کمی کی) ان دو حدوں کے درمیان اعتدال پر (مبنی) ہوتا ہے''۔

اس لئے مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو یا تو نہایت سادگی سے میانہ روی کے ساتھ ادا کیا جائے یا سرے سے ہی ختم کردیا جائے کیونکہ اس کے مفاسد اس کے مصالح سے زیادہ ہیں۔

رسم جہیز کے خاتمہ کیلئے تجاویز

ہم سے ہر شخص انفرادی طور پر عہد کرلے کہ آئندہ ہم نہ تو جہیز لیں گے، نہ دیں گے اور نہ ہی ایسی شادیوں میں شرکت کریں گے جن میں جہیز کا لین دین ہو، خواہ وہ ہمارے کتنے ہی عزیز کیوں نہ ہوں۔

خاص طور پر دلہا اور اس کے گھر والے جہیز نہ مانگیں اور اس کے خلاف اصلاح جہاد کا اعلان کریں اور لڑکی کے والد کو سمجھادیں کہ یہ ایک ہندوانہ رسم ہے، اسلام میں اس کا ثبوت نہیں، اگرچہ ناجائز بھی نہیں آپ کرسکتے ہیں لیکن اگر آپ نہ کریں تو اس میں ہماری خوشی ہے۔ اس کے علاوہ دلہا جرات و ہمت سے کام لے کر اپنی والدہ اور بہنوں کو سمجھا دے کہ آنے والی بہو کو طعنہ نہ دیں۔

جہیز فاطمہؓ لوگوں نے کردیا مشہور	علاوہ ان کے کہاں اور تین کا مذکور؟
جہیز فاطمہؓ کی سنئے اب حقیقت بھی	جہیز ہی کے لئے تو زرہ علیؓ کی بکی
دلہن کی خوشبو منگائی اسی رقم سے گئی	گرہستی گھر کی بنائی اسی رقم سے گئی
لکھا ہے شامی نے یہ مسئلہ صراحت سے	کہ مرد گھر کی گرہستی بھی خود مہیا کرے

ہم غریب لڑکیوں کی شادیوں پر "مانگ تانگ" کر جہیز مہیا کرنے کو نیکی تصور کرتے ہیں حالانکہ نیکی یہ ہوگی کہ ہم لوگوں کی سوچ بدلیں خصوصاً لڑکیوں کو یہ باور کروائیں کہ جہیز لینا اور دینا دونوں اس معاشرے میں حرام کی حد کو پہنچ چکے ہیں اس لئے آپ حرام سے بچیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ شہر شہر، قریہ قریہ اور محلّہ محلّہ ایسی تنظیمیں قائم کی جائیں جو جہیز کے خلاف عوام میں نفرت پیدا کریں اور رفتہ رفتہ ایسا ماحول پیدا ہوجائے کہ لوگ جہیز کا نام لیتے ہوئے شرمائیں اور جہیز کو ایک عیب سمجھا جانے لگے۔

علمائے کرام مساجد میں اپنے خطبات اور اجتماعی جلسوں میں جہیز کے خلاف علمی و عملی مثالیں پیش کرکے انہیں بغیر جہیز کی شادیوں پر ابھاریں۔

اساتذہ کرام سکول، کالج، یونیورسٹی، دینی مدارس میں بتدریج جہیز کو ایک ہندوانہ رسم اور ایک لعنت ثابت کرنے کے لئے دلائل دیں اور طالب علموں کو جہیز کے بغیر شادیوں کے لئے تیار کریں۔

حکومت کو چاہئے کہ وہ جہیز پر پابندی لگادیں اور اس قانون کو توڑنے والے کے لئے سزا مقرر کرے اور اس پر عمل بھی کیا جائے۔

ٹی وی، ریڈیو، اخبارات رسائل، انٹرنیٹ پر جہیز کے خلاف تحریک چلائی جائے اور وقتاً فوقتاً خصوصاً

مذہبی مواقع مثلاً جمعہ وغیرہ کے دن علماء کرام اپنے خطابات میں اس کی مذمت بیان کریں۔

بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ صدیوں سے چلی آنے والی روایت کو بدلنا کیسے ممکن ہے؟ یا یہ کہ ہم بھی جہیز کے حق میں نہیں ہیں لیکن معاشرے کے ساتھ چلنا پڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

سرسید احمد خان اپنے مضمون ''رسم و رواج'' میں لکھتے ہیں:

آپ بری روایت ہٹا کر اچھی روایت لا کر دیکھیں، اگر نئی روایت میں جان ہوگی تو وہ خود بخود اپنے آپ کو منوا تی جائے گی۔سینکڑوں نہیں ہزاروں لوگ آہستہ آہستہ آپ کی تقلید میں نکل کھڑے ہوں گے۔

اس لئے ہمیں بہر حال بارش کا پہلا قطرہ بننا پڑے گا، پھر ان شاء اللہ قطرہ قطرہ مل کر دریا بن جائے گا اور ایک ایک گیارہ بن جائیں گے۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر　　　لوگ ملتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اسلام سادگی کا دین ہے۔ اسلام کی نظر میں عورت کا بہترین جہیز اس کی بہترین تعلیم و تربیت ہے۔ جہیز سے تنگ آئے ہوئے ماں باپ کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

ماں باپ کے سر سے سختی اتر کیوں نہیں جاتی　　　یہ رسم جہیز آخر مر کیوں نہیں جاتی؟

حقیقتاً رسم جہیز مرے گی نہیں بلکہ ہمیں مل جل کر اسے مارنا ہوگا اور اس سلسلے میں سب سے زیادہ ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو امیر گھرانے ہیں کیونکہ جب تک وہ اس کے خلاف اقدام نہ کریں اس وقت تک تبدیلی لانا زیادہ مشکل ہے۔ ☆☆☆☆☆☆

(انتقالِ پُر ملال)

گذشتہ ماہ مرکزی ناظم رابطہ علماء و مشائخ منہاج القرآن اور مینجنگ ایڈیٹر مجلّہ دختران اسلام صاحبزادہ محمد حسین آزاد الازہری کی قریبی عزیزہ، امیر تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل UK محترم ظہور احمد نیازی کے جواں سال بیٹے محترم احمد اشعر نیازی، محترمہ نسیم گلزار (لاہور) کے بھائی اور داماد اور محترمہ سمیرا (سابقہ ناظم دعوت سمن آباد) کے ابو جان قضائے الٰہی سے انتقال کرگئے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، محترم امیر تحریک صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، ناظم اعلیٰ محترم خرم نواز گنڈا پور، محترم جی ایم ملک (ڈائریکٹر امور خارجہ) اور جملہ مرکزی قائدین و سٹاف ممبران نے مرحومین کے انتقال پر دلی رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی مغفرت وبخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل واجر عظیم عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

صوفیانہ ملفوظاتی ادب اور طبقہ نسواں

فہمیدہ نسرین

۱۴۔ پڑوسن سے حسن سلوک

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں ہمسائیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنے کواحادیث کی روشنی میں تفصیلاً بیان کیا ہے۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمسایوں سے تند خوئی، درشت کلامی اور کسی بھی طرح کی بد اخلاقی فرمائی ہے۔ اسی طرح طبقہ نسواں کو بھی مخاطب فرما کر ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین فرمائی ہے۔جیسا کہ حدیث مبارک ہے:

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ:

''اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کی بھیجی ہوئی چیز کوحقیر نہ جانے اگر چہ بکری کا کھر ہی ہو''۔

اسی طرح امام غزالی ایک اور حدیث پاک بیان فرماتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے حضور ﷺ سے کسی نے عرض کیا کہ فلاں عورت دن کو روزہ رکھتی ہے اور رات کو تہجد پڑھتی ہے (مگر بدخلق ہے) اور ہمسایوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:''اس میں کوئی خیرنہیں وہ دوزخیوں میں سے ہے''۔

اسی طرح امام غزالی نے حضرت ابو داؤد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

''حضرت ابو داؤد نے ایک عورت زبان دراز دیکھی۔فرمایا کہ اگر یہ گونگی ہوتی تو اس کے لئے اچھاہوتا''۔

امام صاحب ان احادیث واقوال کی روشنی میں عورتوں کی اس طرح رہنمائی کرتے ہیں کہ ایسی عورتیں جونماز ،روزہ وغیرہ کی بہت پابند ہوتی ہیں مگر ان کا اپنے ہمسایوں کے ساتھ برا سلوک ہوتا ہے یعنی وہ بد اخلاق اور زبان دراز ہوتی ہیں تو ان کی نمازیں اور باقی عبادات آخرت میں کسی کام نہ آئیں گی۔اس لئے ان کو چاہیے کہ وہ زندگی میں حسن اخلاق کو اپنائیں۔

۱۵۔مذاق میں بھی تہمت سے پرہیز

حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے ایک مجلس میں ایک ایسا واقعہ سنایا جس سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ مذاق میں بھی تہمت سے بچنا چاہیے۔فرماتے ہیں:

''ایک دن مدینہ طیبہ میں ایک عورت کا انتقال ہو گیا اور اس کو غسل دینے لگے،غسل دینے والی عورت اس کو غسل دے رہی تھی جب اس کا ہاتھ میت کے عضو مخصوص پر پڑا تو مذاق کے طور پر کہنے لگی کہ معلوم نہیں اس نے کیا کام کیے ہوں گے۔ یہ کہنا تھا کہ اس کا ہاتھ اسی جگہ چمٹ گیا اور وہ آہ و زاری کرنے لگی سب لوگ حیران تھے کہ اب کیا کیا جائے۔کیونکہ جب تک اس کا ہاتھ نہ چھوٹتا غسل اور دفن ناممکن تھا۔ یہ ایک عظیم حادثہ تھا اور مدینہ منورہ کے تمام علماء کو جمع کر کے پوچھا گیا کہ کیا کرنا چاہیے کسی نے کہا کہ غسل دینے والی عورت کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔کسی نے کہا کہ زندہ عورت کا ہاتھ کاٹنا باعثِ عذاب ہے مردہ عورت کا عضو کاٹ دیا جائے۔کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا۔امام مالک نے عرض کیا کہ میرے نزدیک اس مشکل کا ایک حل ہے۔علمائے مدینہ نے پوچھا کیا حل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مردہ عورت محصنہ تھی یہ عورت قذف محصنہ کی مرتکب ہوئی ہے اس لئے اس پر حد لازم ہے۔ حد لگائی جائے تو مجھے یقین ہے کہ اس کا ہاتھ چھوٹ جائے گا۔ چنانچہ اس کو اَسّی (۸۰)درے لگائے گئے اور اس سے اس کا ہاتھ آزاد ہو گیا۔

لہٰذا یہ واقعہ عوام الناس بالخصوص طبقہ نسواں کے لئے رہنمائی اور عبرت ہے کہ مذاق میں بھی کسی انسان (خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ) پر تہمت نہیں لگانی چاہیے۔

۱۶۔جھوٹ سے بچنے کی تلقین

امام غزالی احیاء العلوم میں اس روایت کو بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔اس وقت میں لڑکا تھا،کھیلنے چلا گیا۔میری ماں نے پکارا کہ ادھر آؤ اور لے جاؤ۔آپ نے فرمایا کیا دینے کو بلایا ہے؟ عرض کیا خرما۔آپ نے فرمایا اگر کچھ نہ دیتیں تو تم پر جھوٹ لکھا جاتا۔

امام صاحب فرماتے ہیں ایسے ہی وہ جھوٹی باتیں جو خاوند کو عورتیں کہہ دیتی ہیں کہ اسے یقین ہو جائے مثلاً کہہ دیا جائے کہ مجھے اتنا زیور بنا دیا یا کپڑے بنا دیے وغیرہ ایسا جھوٹ حرام ہے۔

اور یہ بھی حدیث میں وارد ہے:

حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی کریم کے پاس آئی پس اس نے

عرض کیا یا رسول اللہ ! میری ایک سوکن ہے۔ کیا مجھ پر گناہ ہو گا اگر میں اس سے زیادہ نان ونفقہ بتایا کروں جو میرا خاوند مجھے دیتا ہے۔پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ'' جو چیز نہ ملے اور کہنا کہ ملی ہے یہ ایسا ہے جیسے کوئی مکر وفریب کا لباس پہن لے''۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں:

''اسماء بنت عمیس سے روایت ہے کہ شب زفاف میں حضرت عائشہؓ کے یہاں میں موجود تھی اور ان کو میں نے ہی بنایا سنوارا تھا اور میرے ساتھ کچھ اور عورتیں بھی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کو ہم جب حضور ﷺ کے پاس لے گئے اور آپ کے ہاں ایک پیالہ دودھ کے سوا اور کچھ موجود نہ تھا، اس میں سے کچھ آپ نے پیا اور پھر حضرت عائشہ کو دیا۔ وہ حیاء وشرم کر رہی تھیں تو میں نے کہا رسول ﷺ کا تبرک ہے لے لو۔ انہوں نے شرم کی حالت میں لے کر پیا، پھر آپ نے فرمایا: اپنی ساتھیوں کو دے دو۔ عورتوں نے عرض کی، ہمیں بھوک نہیں۔ آپ نے فرمایا: کہ اپنے پیٹ میں جھوٹ اور بھوک دونوں کو نہ جمع کرو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر کسی چیز کو ہمارا دل چاہتا ہو اور ہم کہہ دیں کہ بھوک نہیں، کیا یہ بھی جھوٹ ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جھوٹ جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر تھوڑا سا جھوٹ ہو گا تو وہ تھوڑا لکھا جائے گا۔''

امام غزالی احیاء العلوم میں حکایت بیان فرماتے ہیں:

''حضرت تمیمی فرماتے ہیں کہ ربیع بن خثیمہ کی بہن میرے بیٹے کی عیادت کے لئے آئیں اور اس پر جھک پڑیں اور پوچھنے لگیں کہ بیٹا کیا حال ہے؟ ان کے بھائی ربیع نے ان سے پوچھا کہ تم نے اس لڑکے کو دودھ پلایا ہے۔انہوں نے کہا نہیں۔انہوں نے کہا پھر تمہارا بیٹا کیسے ہوا؟ یوں کیوں نہ کہا کہ بھتیجے کیا حال ہے تو جھوٹ نہ ہوتا''۔

پس امام صاحب ان احادیث اور حکایات کو بیان کرکے طبقہ نسواں کی اصلاح فرماتے ہیں کہ ایسے جھوٹ جن کو وہ جھوٹ نہیں سمجھتیں ان سے بچیں کیونکہ احادیث میں ان کی سخت مذمت بیان ہوئی ہے۔

۱۷۔ غیبت سے پرہیز کی تلقین

امام غزالیؒ نے احادیث کی روشنی میں غیبت کی مذمت کو واضح فرمایا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کسی کی غیبت نہ کیا کرو۔ میں نے ایک عورت کو حضور ﷺ کے سامنے کہہ دیا تھا کہ اس کا دامن لمبا ہے۔آپ نے فرمایا کہ تھوک۔میں نے تھوکا تو منہ سے ایک گوشت کا لوتھڑا نکلا۔

اورحضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کا ذکر

حضور ﷺ کے سامنے اس طرح کیا اور کہا کہ وہ چھوٹے قد والی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اس کی غیبت کی۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں یہ بھی غیبت ہے کہ کوئی لنگڑے کی نقل اتارتے ہوئے اس کی چال چلنے لگے بلکہ نقل کرنا غیبت سے بڑھ کر ہے۔حدیث میں ہے:

جب حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو دیکھا کہ ایک عورت کی نقل کی ہے تو آپ نے فرمایا: ''مجھے خوش نہیں کرتا کہ میں کسی کی نقل اتاروں اور اس پر مجھے اچھا انعام ملے''۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک روز روزہ رکھنے کا ارشاد فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جب تک میں اجازت نہ دوں، تب تک کوئی افطار نہ کرے۔ صحابہ نے روزہ رکھا اور جب شام ہوئی تو آپ کی خدمت میں ایک ایک صحابی نے آنا شروع کیا اور عرض کرتے گئے ، میں نے روزہ رکھا تھا ، مجھے افطار کی اجازت ہو۔ آپ اجازت دیتے گئے ۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دو عورتیں ہیں ، انہوں نے بھی روزہ رکھا تھا۔ان کو آپ اجازت دیں تا کہ وہ افطار کریں۔ آپ نے منہ پھیر لیا۔اس نے دوبارہ عرض کیا، دوبارہ منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے روزہ نہیں رکھا۔ جو آدمی دن بھر لوگوں کا گوشت کھائے، اس کا روزہ کیسے ہوگا ، جا کر ان سے کہہ دو کہ تمہارا روزہ ہے تو قے کرو۔ اس نے ان عورتوں کو آپ کا حکم سنایا۔ انہوں نے قے کی تو اس پر ایک کے منہ سے جما ہوا خون نکلا۔ اس نے آپ کی خدمت میں واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر یہ خون کے لوتھڑے ان کے پیٹوں میں رہ جاتے تو ان کو دوزخ کھا جاتی۔

امام غزالی لکھتے ہیں کہ ان دونوں نے جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ، اس سے تو روزہ رکھا اور جس کو حرام کیا تھا ،اس سے افطار کیا۔ ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر گوشت کھانا شروع کیا یعنی غیبت کی۔

امام غزالیؒ نے احادیث کو بیان فرما کر اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ کسی کے قد و قامت وغیرہ پر بات کرنا بھی غیبت ہے کیونکہ اکثر عورتیں دوسروں کے بارے میں ایسی ہی باتیں کرتی ہیں اور ان کے نزدیک یہ غیبت نہیں ہوتی حالانکہ وہ غیبت ہی ہوتی ہے۔ اسی طرح غیبت کی وجہ سے روزہ جیسی عبادت بھی زائل ہو جاتی ہے۔ امام صاحب ان احادیث کی روشنی میں ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تا کہ وہ اس غیر اخلاقی عادت سے بچ سکیں۔

حاصل کلام

صوفیاء کرام کی تعلیمات وارشادات درحقیقت قرآن و سنت کا اطلاقی وعملی لائحہ عمل (نمونہ) ہوتی

ہیں۔جن سے رہنمائی حاصل کر کے سالک حقیقی معنوں میں وصال الی المطلوب کی منزل پاسکتا ہے۔قرآن وسنت کی تعلیمات کی طرح ان نفوس قدسیہ کی تعلیمات و ارشادات بھی عمومیت کے حامل ہوتے ہیں جس میں ہر طبقہ انسانیت کے لئے رشدو ہدایت کا سامان موجود ہوتا ہے۔صوفیاء کرام کی تعلیمات میں طبقہ نسواں کو بھی خصوصی طور پر مدّ نظر رکھا گیا ہے۔حضرت سید علی بن عثمان الھجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری کی تصوف پر مستند کتاب ''کشف المحجوب'' میں طبقہ نسواں سے متعلق سب سے پہلے علم کی فرضیت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیا ہے،ایک عظیم روحانی شخصیت ابو حامد امام محمد غزالی نے ''احیاء العلوم'' میں عورتوں سے متعلق متعدد امور مثلاً عورتوں سے متعلق احکام حمام ، حائضہ کے لئے ہدایات، روزے کے احکام ،عقد کے آداب ، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی فرضیت ،عائلی و خاندانی زندگی سے متعلق ہدایات، پڑوسن سے حسن سلوک ،غیبت وجھوٹ سے پرہیز، غیرمحرم مردوں سے کلام کرنے کے آداب، بچے کی ریاضت و تربیت اور حسن اخلاق کے بارے میں رہنمائی فرمائی ہے،ملفوظات حضرت خواجہ غلام فریدؒ کا مکمل ومستند مجموعہ ''مقابیس المجالس'' میں بھی طبقہ نسواں کی انفرادی واجتماعی زندگی سے متعلق معاملات خصوصاً پردہ کے احکام، مذاق میں بھی تہمت سے پرہیز ،آداب سماع اور غیر شرعی رسومات کی مذمت بیان فرما کر اصلاح فرمائی گئی ہے اور ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ العزیز کا مستند مجموعہ ''فوائد الفواد'' میں بھی عورتوں سے متعلق متعدد امور بالخصوص سماع سے متعلق ضروری شرائط کے بارے میں رہنمائی ملتی ہے۔مختصر یہ کہ عورتوں کے متعلق فقہی احکامات ہوں یا تربیتی و روحانی واردات، انفرادی زندگی کے مسائل ہوں یا اجتماعی زندگی کے آداب،نفس کی اصلاح ہو یا اصلاح معاشرہ کا تصور،عورتوں کو جملہ امور میں ملفوظات صوفیاء سے رہنمائی میسر ہے۔

دور حاضر میں معاشرتی بے راہ روی،نفسانیت،مادیت اور دنیا پرستی کے اثرات نے طبقہ نسواں کو بھی خاطر خواہ متاثر کیا ہے۔صنف نازک کو اصلاح باطن اور قلب و روح کے تزکیہ کے لئے صوفیاء کرام کی تعلیمات سے استفادہ کی اشد ضرورت ہے،آج تحریری وتقریری طور پر ملفوظات صوفیاء کو طبقہ نسواں میں متعارف کروا کر خواتین کی روحانی تربیت کا اہتمام کیا جا سکتا ہے مثلاً:

۱۔ عملی و روحانی تربیت کے لئے ضابطہ کار ترتیب دیتے ہوئے خواتین کے لئے تعلیمی وتربیتی مراکز قائم کئے جائیں۔

۲۔ ملفوظاتی ادب پر مشتمل نصاب تیار کیا جائے جس کے ذریعے خواتین کو تعلیمات صوفیاء سے روشناس کروایا جائے۔

درحقیقت اولاد،خاندان اور معاشرہ کی اصلاح کا دارومدار ایک عورت پر ہی ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

وظیفہ برائے وسعتِ رزق، خلاصی از قرض وحصولِ امان

وسائل رزق اور کاروبار میں وسعت و برکت کے لئے، بالخصوص قرض سے خلاصی اور خطرات سے امان پانے کے لئے یہ وظیفہ پڑھیں:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ ﴿لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ○ اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ ○ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَیۡتِ○ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ وَّ اٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ○﴾

- ۱۱ بار، ۴۰ بار یا حسب ضرورت ۱۰۰ مرتبہ پڑھیں۔
- .اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف اور ۱۱، ۱۱ مرتبہ استغفار پڑھیں۔
- اس وظیفہ کا بہتر وقت بعد از نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے اور بعد نماز عصر غروبِ آفتاب سے پہلے ہے۔
- اس وظیفہ کو کم از کم ۴۰ دن یا حسب ضرورت جاری رکھیں۔

وظیفہ برائے ادائے قرض

رزق کی تنگی کو دور کرنے اور قرض سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے، علاوہ ازیں بخل و کنجوسی سے نجات کے لئے یہ وظیفہ مفید اور موثر ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ ﴿اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ○ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ○ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ○ فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ○ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ○ الَّذِیۡنَ هُمۡ یُرَآءُوۡنَ○ وَ یَمۡنَعُوۡنَ الۡمَاعُوۡنَ○﴾

- ۱۱ بار، ۴۰ بار یا حسب ضرورت ۱۰۰ بار پڑھیں۔
- .اوّل و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف اور ۱۱، ۱۱ مرتبہ استغفار پڑھیں۔
- .اس وظیفہ کا بہتر وقت بعد از نمازِ فجر طلوع آفتاب سے پہلے اور بعد نمازِ عصر غروبِ آفتاب سے پہلے ہے۔
- اس وظیفہ کو کم از کم ۴۰ دن یا حسب ضرورت جاری رکھیں۔

وظیفہ برائے کثرتِ رزق و رحمت و کثرتِ خیرات و برکات

ہر قسم کی خیر و برکت، رزق و رحمت کی کثرت اور انعاماتِ الٰہیہ کے لئے یہ وظیفہ نہایت مفید اور مؤثر ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○ ﴿اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ○ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ○ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ○

- ۱۱ بار، ۴۰ بار یا ۱۰۰ بار پڑھیں۔
- اول و آخر ۱۱، ۱۱ مرتبہ درود شریف اور ۱۱، ۱۱ مرتبہ استغفار پڑھیں۔
- اس وظیفہ کا بہتر وقت بعداز نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے، بعد نماز عصر غروبِ آفتاب سے پہلے یا بعد نماز عشاء سونے سے پہلے ہے۔
- اس وظیفہ کو کم از کم ۴۰ دن یا حسب ضرورت جاری رکھیں۔ ☆☆☆☆

گلدستہ

مرتبہ: ملکہ صبا

چکن ریشمی کباب

اجزاء

مرغی کا قیمہ	1 کلو
چنے	ایک کھانے کا چمچ
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
چھوٹی الائچی	چھ عدد
ثابت کالی مرچ	چار عدد
پسا ہوا گرم مصالحہ	حسب ضرورت
ڈبل روٹی کے سلائس	2عدد
سیخ کباب مصالحہ	دو کھانے کے چمچ
خشک دودھ	ایک کھانے کا چمچ
فریش کریم	ایک پیکٹ
نمک	حسب ذائقہ
پسی لال مرچ	ایک چائے کا چمچ
ہری مرچ	دع عدد
پودینہ	آدھی گٹھی
تیل	حسب ضرورت

ترکیب

پہلے چنے، سفید زیرہ، چھوٹی الائچی، کالی مرچ اور خشخاش ملاکر اچھی طرح پیس لیں۔ اب مرغی کے قیمے میں پسا ہوا مصالحہ بریڈ سلائس شامل کرکے چوپر میں پیس لیں۔ اس میں چنے کا مکسر مکس کرلیں۔ اس کے بعد سیخ کباب، مصالحہ کباب، خشک دودھ، فریش کریم، نمک، پسی لال مرچ، باریک کٹی ہری مرچ، باریک کٹا ہوا پودینہ اور پسا ہوا کچا پپیتا ملاکر اچھی طرح گوندھیں اور تھوڑی دیر کے لئے رکھ دیں۔ اب انہیں سیخ کباب جیسا بنالیں۔ پھر گرلر کو گرم کرکے ذرا چکنائی لگا کر بنائے ہوئے کباب سیک لیں۔ اس کے بعد برش سے تھوڑ اتیل لگا کر کباب نکال لیں۔ آخر میں تیار چکن ریشمی کباب، لیموں والی پیاز اور املی کی چٹنی کے ساتھ سروکریں۔

تربوز کے فوائد

تربوز خون کے اجزاء میں پیدا کرنے والا غذائیت سے بھرپور فرحت بخش، خوش ذائقہ رنگ پھل ہے اس کے استعمال سے بڑھتی ہوئی گرمی اور تیزابیت کم ہوجاتی ہے جبکہ تربوز کا گودہ ومغز غذائی اور شفائی اثرات سے مالا مال ہیں جدید طبی تحقیق کی رو سے ہر میٹھی غذا گرم مزاج رکھتی ہے مگر تربوز میں کثرت سے آبی شیریں اجزاء کی موجودگی کے باوجود اس کو سرد مزاج میں شمار کیا جاتا ہے جبکہ یہ خشکی، پیاس کوتسکین

دیتا ہے اس میں 90% پانی اور دس فیصد فولاد، پوٹاشیم، سوڈیم، کیلشیم، فاسفورس، نشاستہ اور روغنی اجزاء شامل ہیں۔ وٹامن اے کا بہترین ذریعہ ہے وٹامن سے بھی بھرپور ہے اس میں کولیسٹرول نہیں ہوتا۔

تربوز کا مختلف امراض میں استعمال

ہائی بلڈ پریشر

ایک گلاس تربوز کا پانی، ایک عدد لیموں کا پانی ملاکر دن میں دوبار استعمال کریں اس سے خون پتلا اور دباؤ کم ہوگا۔

گردہ اور مثانہ کی گرمی

مغز تربوز 10 گرام، کدو مغز 10 گرام دونوں کو پانی میں گھوٹ کر شربت نیلوفر 30 گرام کے 2 لیں اس سے گردہ و مثانہ کی گرمی ختم ہوجائے گی۔

یرقان

نوشادر، قلمی شورہ، ریوند چینی، برابر وزن پیس کر 1 گرام سفوف آب تربوز 1 گلاس لے کر صبح و شام استعمال کریں ورم جگر کے لئے بھی موثر و مفید ہے۔

پیاس کی زیادتی اور بے چینی سے نجات کیلئے

آب تربوز ایک گلاس میں شکنجبین سرکہ 25 گرام ملاکر استعمال کریں۔ اس سے پیاس کو تسکین حاصل ہوگی۔

خشک کھانسی

لعوق نزلی آب تربوز والا مشہور مرکب ہے صبح اور رات کو سوتے وقت 5-5 گرام استعمال کریں۔

پیشاب کی بندش اور مثانہ کی پتھری

تربوز مدر بول پھل ہے جو پتھری توڑ کر نکال دیتی ہے مغز تربوز 10 گرام، سونف 6 گرام، مغز خربوز 6 گرام، کاکج 6 گرام، شربت بزوری معتدل 30 گرام ملاکر صبح و شام استعمال کریں۔

دہی کھانے کا حیران کن فائدہ

میڈیکل جنرل BMC میں شائع ہونے والی تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ 25 اور 75 سال کے درمیان کے دو لاکھ افراد کا مطالعہ کیا گیا اور یہ بات سامنے آئی کہ جو لوگ باقاعدگی کے ساتھ دہی کا استعمال کرتے تھے ان میں ذیابیطس کے امکانات ان لوگوں سے کم تھے جو دہی نہیں کھا رہے تھے۔ ذیابیطس ٹائپ ٹو عام پائی جانے والی قسم ہے۔ جس میں مریض کا جسم انسولین بنانا کم کردیتا ہے اور اس کی وجہ سے ہمارے خون میں شوگر کا لیول ایک دم زیادہ یا کم ہونے لگتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارا دل، گردے، دماغ، آنکھیں اور دیگر اعضاء برے طریقے سے متاثر ہوتے ہیں۔ ماہرین نے اپنی تحقیق میں دیکھا کہ جو لوگ باقاعدگی سے دہی کا استعمال کرتے ہیں۔ ان میں ذیابیطس کے امکانات 18 فیصد تک کم تھے۔☆☆☆☆☆☆

پاکستان عوامی تحریک اور منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں

پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ کا 105 شہروں میں قصاص مارچ اور دھرنوں سے خطاب

پاکستان عوامی تحریک قائد ڈاکٹر طاہرالقادری نے مرکزی سیکرٹریٹ لاہور سے 105 شہروں کے احتجاجی دھرنوں کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آل شریف سن لے اگر چاہیں تو 7 دن کے اندر 17 جون کا بدلہ لے سکتے ہیں مگر میں نے ساری عمر امن کا درس دیا ہے اس لیے ہمارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ پنجاب دہشت گردوں کا نظریاتی دارالخلافہ ہے، وزیرستان سے دہشت گردی ختم ہوگئی پنجاب سے کب ہوگی۔ نواز شریف کا وجود پاکستان کی سالمیت کیلئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ نواز شریف کو انڈیا اقتدار میں لایا کس کس ملک نے نواز شریف کو اقتدار میں لانے کیلئے کام کیا سب جانتا ہوں۔ 2013ء کے الیکشن سے پہلے نواز شریف کو اقتدار میں لانے کیلئے عالمی سطح پر جدوجہد شروع ہوگئی تھی۔ میرے انکشافات حقائق کے برعکس ہیں تو پاک فوج اور قومی سلامتی کے ادارے اس کی تردید کر دیں میں سمجھوں گا میری معلومات درست نہیں۔ نواز شریف سے کہتا ہوں سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس کی معافی تلافی کیلئے وفود بھیجنا بند کر دیں۔ ہمارا مطالبہ صرف قصاص ہے۔ اس سے زیادہ اور نہ اس سے کم پر مطمئن ہونگے۔ ہماری ایف آئی آر آرمی چیف کی مدد سے درج ہوئی انہی سے انصاف کا مطالبہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ فوج پر تنقید کرنے والے نواز شریف کے اتحادیوں نے ان کی حکومت اور جمہوریت کو اپنی چادر میں چھپا رکھا ہے۔ جب بھی نواز شریف کو خطرہ ہوتا ہے دھماکے شروع ہو جاتے ہیں۔ ہم جاننا چاہتے ہیں پنجاب اور وفاق کے حکمرانوں کا اور دہشت گردی کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

سربراہ عوامی تحریک نے 105 شہروں میں ویڈیو لنک پر براہ راست خطاب کیا۔ شیخ رشید اور بشارت جسپال نے فیصل آباد، خرم نواز گنڈاپور نے لاہور، خواجہ عامر فرید کوریجہ نے بہاولپور، مخدوم ندیم ہاشمی اور سردار شاکر مزاری نے سندھ، خالد درانی نے خیبرپختونخواہ میں احتجاجی ریلیوں کی قیادت کی۔ سربراہ عوامی تحریک نے 105 شہروں کے دھرنوں میں شریک ہونے والے کارکنوں کے عزم اور جذبۂ حب الوطنی کو سراہا اور تحریک انصاف، پیپلز پارٹی، ق لیگ، جماعت اسلامی، سنی اتحاد کونسل، مجلس وحدت المسلمین اور مینارٹیز کی طرف سے احتجاجی دھرنوں میں شرکت پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ 28 اگست تک شہر شہر دھرنے جاری رہیں گے۔ اگلے راؤنڈ کا اعلان 28 اگست کو کروں گا اور اپنی شرکت کا فیصلہ کرونگا۔ ڈاکٹر طاہرالقادری نے احتجاج میں بھرپور شرکت پر خواتین کو مبارکباد دی۔

انہوں نے کہا کہ ہم سڑکوں پر آئے نہیں لائے گئے ہیں۔ہمیں ایف آئی آر کے اندراج کا حق نہیں دیا گیا۔ہمیں غیر جانبدار جے آئی ٹی کی تشکیل کا حق نہیں دیا گیا،ہمیں قانون کے مطابق فیئر ٹرائل نہیں ملا، جوڈیشل کمیشن کی رپورٹ کی کاپی نہیں ملی، ہم پر انصاف کے دروازے بند کیے گئے کیونکہ جنہوں نے قتل کیے وہ حکومت میں بیٹھے ہیں۔ سربراہ عوامی تحریک نے کہا کہ آل شریف نے اپنے آپ کو بچانے کیلئے ضابطہ فوجداری قانون میں تبدیلی کا فیصلہ کیا ہے تا کہ یہ ہمارے استغاثے کی گرفت سے بچ سکیں مگر انہیں اتنی مہلت نہیں ملے گی۔ انہوں نے کہا کہ عوامی تحریک کے کارکنان نے 105 شہروں میں بیک وقت انقلابی دھرنے دے کر پاکستان کی سیاسی تاریخ میں ایک نئی مثال رقم کی ہے۔ اس دھرنے میں کسانوں،کلرکوں، مزدوروں اور جن کے بچے اغواء ہوئے اور جن غریبوں کی عزتیں تار تار کی جاتی ہیں انہوں نے بھی شرکت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے کارکن جھکنا، رکنا، ڈرنا نہیں جانتے، ایسے کارکن کسی ملک کی کسی جماعت کے پاس نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں یہاں اس لیے ہوں کہ میں آل شریف کو لٹکتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے جتنے بھی انکشافات کیے ہیں اس کی تردید اگر نواز شریف اور شہباز شریف کرینگے تو پھر میں تمام تر تفصیلات سامنے لے آؤں گا۔ کسی وزیر مشیر یا ان کے خاندانی نوکروں کی کوئی اہمیت نہیں۔

انہوں نے کہا کہ کلبھوشن پکڑا جائے یا بلوچستان میں انڈین وزیراعظم اپنی کھلی مداخلت کا اعتراف کرے یا ان کی فیکٹریوں سے جاسوس پکڑے جائیں یا کوئٹہ میں دھماکہ ہو یا مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہوں وزیراعظم کے لب کیوں سلے رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دہشت گردوں کے سرپرست آل شریف نے اے پی ایس کے معصوم بچوں سمیت دہشتگردی کے ہزاروں شکار پاکستانیوں کے خون سے غداری کی۔ انہوں نے کہا کہ میں قوم کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر 2018ء کے الیکشن ہوئے تو پھر یہ ملک قائداعظم کا ملک نہیں ہوگا یہ سلطنت شریفیہ ہوگی اور جہاں پاک فوج بھی پنجاب پولیس کی طرح ہوگی۔قوم کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ انہوں نے پاکستان یا شریف خاندان میں سے کس کو رکھنا ہے۔

انہوں نے پانامہ لیکس کے حوالے سے کہا کہ 1980ء میں اگر سٹیل مل بکی تو 19 سال تک یہ پیسہ کہاں پڑا رہا اور 2005ء کی جدہ سٹیل مل بیچ کر لندن کے فلیٹس لینے والے قوم سے جھوٹ نہ بولیں۔ یہ فلیٹ تو 2005ء سے 12 سال قبل خریدے جا چکے تھے۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف اس سوال کا جواب دیں کہ 2013ء کے الیکشن میں انہوں نے اثاثے کیوں چھپائے؟ وہ اثاثے جن کا ذکر پانامہ لیکس کے بعد انہوں نے اورخود وزیراعظم نے متعدد بار اپنی تقاریر میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ فیصلہ کن مرحلے کیلئے سیاسی جماعتیں، مذہبی

جماعتیں، عوام اور کارکن تیار رہیں۔ آل شریف کا اقتدار ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہونے والا ہے۔

ڈاکٹر طاہرالقادری نے کہا کہ پنجاب دہشتگردی اور کرپشن کا گڑھ ہے۔ پنجاب خواتین کے خلاف جرائم میں گزشتہ 8 سال سے نمبرون ہے۔ پنجاب اغواء برائے تاوان کی وارداتوں میں نمبر ون ہے۔ پنجاب بچوں کے اغواء کی وارداتوں میں نمبر ون ہے۔ پنجاب کار ڈکیتی اور سٹریٹ کرائم میں نمبر ون ہے۔ اغواء کاروں کا پہلا پڑاؤ فیصل آباد ہوتا ہے۔ پنجاب جعلی دوائیوں کی خرید و فروخت کی سب سے بڑی منڈی ہے۔ پنجاب کی معیشت حرام گوشت کی خرید وفروخت تک محدود ہو چکی ہے۔ پنجاب کے وزیراعلیٰ کی ڈھٹائی ہے کہ متعلقہ اداروں کی اجازت کے بغیر کھربوں روپے کا اورنج ٹرین منصوبہ شروع کیا جس پر یونیسکو نے شدید ردعمل دیا اور کل ہائیکورٹ نے بھی اس پر کام روک دیا، اربوں روپے کا ذمہ دار کون ہے؟ شریف برادران جو سوچتے ہیں اسے قانون سمجھتے ہیں۔ سستی روٹی پراجیکٹ کے 30 ارب کے فراڈ سے لے میٹرومنصوبوں تک شریف برادران کرپشن میں ڈوبے ہوئے ہیں، کسی نے پوچھا 2008ء کا سرپلس پنجاب آج ایک ہزار ارب کا مقروض کیوں ہے؟ وزیرستان کا امن بحال ہو گیا مگر پنجاب جوں کا توں ہے۔ یہاں رینجرز کا آپریشن کیوں نہیں ہوتا؟ پاکستان اس وقت 25 ہزار ارب کا مقروض ہو چکا ہے۔ 30 ہزار ارب ہونے پر جی ڈی پی کے برابر قرض ہو جائیگا اور پاکستان دیوالیہ قرار پائے گا۔ انہوں نے قومی ایکشن پلان کے حوالے سے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا کہ وزیراعظم بتائیں انہوں نے کتنے اجلاسوں کی صدارت کی۔ نیکٹا کو فنڈ کیوں نہیں دیئے۔ دہشت گردی کے کیسز سننے والی عدالتوں کو فنڈز اور عملہ کیوں نہیں دیا؟ بلوچستان میں وزیراعظم کے اتحادی قومی شناختی کارڈ کے اجراء اور تصدیق کے عمل میں رکاوٹ ہیں۔ وہ دہشت گردوں کو جاری ہونے والے شناختی کارڈوں کی تصدیق نہیں ہونے دے رہے۔ سربراہ عوامی تحریک نے اس موقع پر ڈی جی نادرا کے چیئرمین کو لکھے گئے لیٹر کی کاپی بھی دکھائی۔

منہاجینز پارلیمنٹ کا اجلاس اور شیخ الاسلام مدظلہ کا خصوصی خطاب

رپورٹ: کامران صدیق نوری (ڈپٹی سیکرٹری میڈیا منہاجینز)

بانی و سرپرستِ اعلیٰ تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی صدارت میں منہاجینز پارلیمنٹ کا اجلاس 14 اگست 2016ء کو مرکزی سیکرٹریٹ لاہور الصفہ ہال میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں چیئرمین سپریم کونسل تحریک منہاج القرآن ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے خصوصی شرکت کی۔ اجلاس میں جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن اور منہاج یونیورسٹی لاہور کے سیشن 1991ء سے 2016ء تک کے سیشنز کے فاضلین شریک تھے۔ اجلاس دو سیشنز پر مشتمل تھا، پہلے سیشن میں منہاجینز پارلیمنٹ نے مشاورت کے بعد ورکنگ پلان کو منظور

کیا جبکہ دوسرے سیشن میں شیخ الاسلام نے منہاجینز پارلیمنٹ سے خطاب کیا۔

منہاجینز پارلیمنٹ کے پہلے اجلاس کا آغاز صبح گیارہ بجے تلاوت و نعتِ رسولِ مقبول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا۔ اجلاس سے گفتگو کرتے ہوئے منہاجینز کے صدر ڈاکٹر ابوالحسن الازہری نے ہاؤس کو بتایا کہ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن اور منہاج یونیورسٹی لاہور 24 سیشنز میں 1000 سے زائد منہاجینز فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔ یہ منہاجینز دنیا بھر میں تعلیمی، تنظیمی اور فلاحی میدان میں کلیدی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ منہاجینز ملک کے مختلف اداروں اور مرکزی سیکرٹریٹ پر بھی بڑی تعداد میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ادارے کے ساتھ منہاجینز کی وابستگی کو قائم رکھنے کے لیے منہاجینز فورم کو ری آرگنائز کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ چیئرمین سپریم کونسل تحریک منہاج القرآن کی ہدایت کی روشنی میں مرکزی سیکرٹریٹ پر منہاجینز فورم کی مرکزی کوآرڈینیشن کونسل کا دفتر قائم کر دیا گیا ہے۔ منہاج کالج فار ویمن کی فارغ التحصیل طالبات کے لیے 'منہاجینز ویمن فورم' کی مرکزی کوآرڈینیشن کونسل بنادی گئی ہے جو خواتین منہاجینز کو منظّم کرنے میں کردار ادا کرے گی۔ منہاجینز ویمن فورم' کی صدر کی ذمہ داری ام حبیبہ کو سونپی گئی ہے اور ان کے ساتھ 4 رکنی ٹیم نے باقاعدہ کام شروع کر دیا ہے۔

اجلاس کے دوسرے سیشن کا آغاز سہ پہر کو ہوا جس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری شریک تھے۔ شیخ الاسلام نے منہاجینز نومنتخب عہدیداران سے حلف لیا۔ نومنتخب عہدیداران میں ڈاکٹر ابوالحسن الازہری کو صدر منہاجینز، محمد جواد حامد کو سینئر نائب صدر، نعیم الدین چوہدری کو نائب صدر، محمد عباس نقشبندی کو نائب صدر، ڈاکٹر ممتازالحسن باروی کو نائب صدر، مفتی ارشادحسین سعیدی کو نائب صدر، شہزاد رسول قادری کو سیکرٹری جنرل، محمد افضل قادری کو سیکرٹری فنانس، عین الحق بغدادی کو سیکرٹری میڈیا، عبدالستار منہاجین کو سیکرٹری آئی ٹی، غلام مرتضیٰ علوی کو سیکرٹری ٹریننگ، صاحبزادہ محمد حسین آزاد کو کوآرڈینیٹر علماء و مشائخ، حافظ غلام فرید کو ناظم تنظیمات منہاجینز، حافظ نیاز احمد کو کوآرڈینیٹر ٹیچرز ونگ، کامران صدیق نوری کو ڈپٹی سیکرٹری میڈیا، محمد یامین مصطفوی کو ڈپٹی سیکرٹری آئی ٹی، صاحبزادہ افتخارالحسن کو ڈپٹی سیکرٹری ٹریننگ، حافظ صفدر کو ڈپٹی کوآرڈینیٹر ٹیچرز ونگ، ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی کو کوآرڈینیٹر شریعہ کالج، علامہ غلام ربانی تیمور کو سیکرٹری دعوت، حافظ قیصر منیر کو کوآرڈینیٹر آفس کی ذمہ داریاں تفویض کی گئیں۔ شیخ الاسلام نے نومنتخب عہدیداران سے حلف لیا اور ان کی کامیابیوں کے لیے دعا کی۔

شیخ الاسلام نے منہاجینز پارلیمنٹ کے اجلاس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ منہاجینز مصطفوی مشن کا ہراول دستہ اور سرمایہ ہیں۔ تین دہائیاں قبل جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے نام سے جس ادارے کی بنیاد رکھی تھی آج وہ جدید ترین یونیورسٹی کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ منہاجینز ہونا بڑے اعزاز کی بات ہے۔ منہاجینز

پارلیمنٹ کے کامیاب انعقاد پر شیخ الاسلام نے منہاجینز کو آرڈینیشن کونسل کو مبارکباد دی۔

رپورٹ عرس مبارک فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ

فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ وہ نابغہ روزگار شخصیت جن کی مختصر زندگی کا لمحہ لمحہ تلاش حق، جستجوئے علم و حکمت اور عبادت و ریاضت میں گزرا۔ آپ فیضانِ نبوتؐ اور فیوضات اولیاء و علماء سمیٹنے کے لئے حرمین شریفین کے علاوہ دنیا کے بے شمار علمی مراکز وممالک کی طرف عازم سفر رہے اور اپنی زندگی کا بیشتر وقت یہ فیضان جمع کرنے میں لگ گیا اور اسے امت مسلمہ میں تقسیم کرنے کی مہلت نہ مل سکی لیکن اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اس حق آشنا نے بارگاہ رب العزت سے ایک ایسا بیٹا مانگا جو ان کے فیوض و برکات کو پوری دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچادے اور آج بحمداللہ تعالیٰ پوری دنیا اس بات کی برملا گواہی دے رہی ہے کہ اس دعائے فرید کے حامل لخت جگر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کوئی خطہ ارضی نہیں چھوڑا جہاں فیضان فرید کی بارش نہ کردی ہو۔ عالمی سطح پر بپا تحریک منہاج القرآن فیض فرید ملت کا عملی مظہر ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ فرید ملت کے ذاتی علم وعمل، عبادت و ریاضت اور مجاہدہ ومشاہدہ کو ایک طرف بھی رکھ دیا جائے اور حضور شیخ الاسلام کی صورت میں آپ کا صرف ایک احسان عظیم ہی دیکھا جائے تو یہ ہی آپ کو بلندی درجات کی معراج تک پہنچادیتا ہے کہ جن کی تمام تر بنیادی تعلیم وتربیت کا مکمل سامان خود فرید ملتؒ نے فرمایا جن سے آج فیضان فرید کے چشمے جاری ہیں۔

16 شوال المکرّم حضور فرید ملتؒ کا یوم وصال ہے اور اس روز ہر سال آپ کا عرس مبارک انتہائی تزک و احتشام سے جھنگ میں آپ کے مزار اقدس سے ملحقہ دارالعلوم فریدیہ قادریہ میں منعقد کیا جاتا ہے جس میں ملک بھر سے ہزاروں طالبان حق اور وابستگان تحریک منہاج القرآن شریک ہوکر میخانہ فرید سے جام بھر بھر کر پیتے ہیں اور اپنے قلب و روح کی پیاس کو بجھاتے ہیں۔

حسب سابق اس سال 21 جولائی 2016ء بروز جمعرات بمطابق 16 شوال المکرّم کو فرید ملت کا عرس مبارک انعقاد پذیر ہوا۔ پروگرام کے شیڈول کے مطابق عرس مبارک کی تقریبات کا آغاز بعد نماز فجر قرآن خوانی سے ہوا جو ظہر تک جاری رہا۔ بعد نماز ظہر قبر مبارک کو عرق گلاب سے غسل دیا گیا اور بعد نماز عصر رسم چادر پوشی میں مرکز لاہور اور مختلف تحصیلات و اضلاع سے تشریف لانے والے قائدین ونمائندگان نے بھرپور شرکت کی۔

آخری وخصوصی تقریب محفل ذکر و نعت و خطاب کا آغاز بعد نماز عشاء ہوا۔ فخرالقراء منظور نظر حضور شیخ

الاسلام محترم قاری نور احمد چشتی نے جب اپنی مدھری آواز میں صحیفہ انقلاب کی تلاوت کی تو حاضرین نزول قرآن کے عجیب کیفیات و اثرات سے سرشار ہو رہے تھے اور جب تک تلاوت کا سلسلہ جاری رہا ہر قلب و روح پر انوار وتسکین کی بارش ہوتی رہی۔

حافظ عرفان شوکت، فہیم اکرم، فریدی نعت کونسل جھنگ، میاں سرور صدیق لاہور، حسان منہاج الحاج محمد افضل نوشاہی لاہور، منہاج نعت کونسل لاہور اور شہزاد برادران لاہور نے اپنے اپنے سحر انگیز انداز میں بارگاہ رسالت مآبؐ، اہل بیتؓ اور غوثیت مآبؒ میں یوں نذرانہ ہائے عقیدت و محبت پیش کئے کہ ساری رات حاضرین محفل سرور و لطف سے جھومتے رہے اور فیضان فرید ملتؒ سے اپنے قلب و روح کو مسرور کرتے رہے۔

آخر میں شاگرد رشید حضور شیخ الاسلام عظیم مذہبی سکالر خطیب دلپذیر علامہ غلام ربانی تیمور صاحب نے اپنے خصوصی خطاب میں فرید ملتؒ کی حیات مبارکہ کے مختلف گوشوں کو نہایت ہی اثر انگیز انداز میں حاضرین کے سامنے پیش کیا کہ ہر کوئی عش عش کر اٹھا اور آپ کی سیرت و کردار سے آگاہ ہوا۔ آخر میں علامہ صاحب نے دور حاضر میں تعلیمات فرید ملتؒ سے اپنے سیرت و کردار کو سنوارنے اور اس میں نکھار پیدا کرنے کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔

مرکز لاہور سے ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن محترم خرم نواز گنڈا پور کے علاوہ شیر منہاج محترم جواد حامد کی قیادت میں مرکزی قائدین کی بھرپور تعداد نے شرکت کی اور فیصل آباد سے جناب بشارت جسپال بھی دیگر قائدین کے ایک وفد کے ساتھ شریک ہوئے۔ مسند صدارت پہ متمکن عرس مبارک کے روح رواں متولی دربار عالیہ فرید ملت صاحبزادہ الحاج محمد صبغت اللہ قادری صاحب کے مختصر بیان اور خصوصی دعا کے ساتھ عرس مبارک کی آخری نشست اختتام پذیر ہوئی۔

تنظیمی وزٹس برائے تحریک قصاص

زونل ناظمہ شمالی پنجاب محترمہ عائشہ مبشر نے مورخہ 3 اگست تا 6 اگست راولپنڈی ڈویژن کا تنظیمی وزٹ کیا۔ اس وزٹ کے دوران مندرجہ ذیل تحصیلات کی تنظیم نو کی گئی اور تحریک قصاص کے لئے کارکنان کو متحرک کیا گیا اور ٹارگٹس تقسیم کئے گئے۔ اس نہج پر اگلا وزٹس سرگودھا ڈویژن کی مندرجہ ذیل تحصیلات سرگودھا، شرقی، بھلوال، سرگودھا غربی، شاہ پور، سرگودھا سٹی کا کیا گیا اور دھرنوں میں شرکت کے لئے کارنر میٹنگز کی گئیں۔

☆☆☆☆☆

پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام ملک بھر میں قصاص اور سالمیتِ پاکستان تحریک کیلئے ’’مارچ و دھرنے‘‘ (20 اگست 2016ء)

پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام ملک بھر میں قصاص اور سالمیتِ پاکستان تحریک کیلئے ’’مارچ و دھرنے‘‘ (21 اگست 2016ء)

M o n t h l y
DUKHTARAN-E-ISLAM
SEP-2016
LAHORE
Regd CPL No.45